صفرالمظفر / ربیع الاول
علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
اکتوبر 2020

ماہنامہ

ذوق و شوق

کراچی

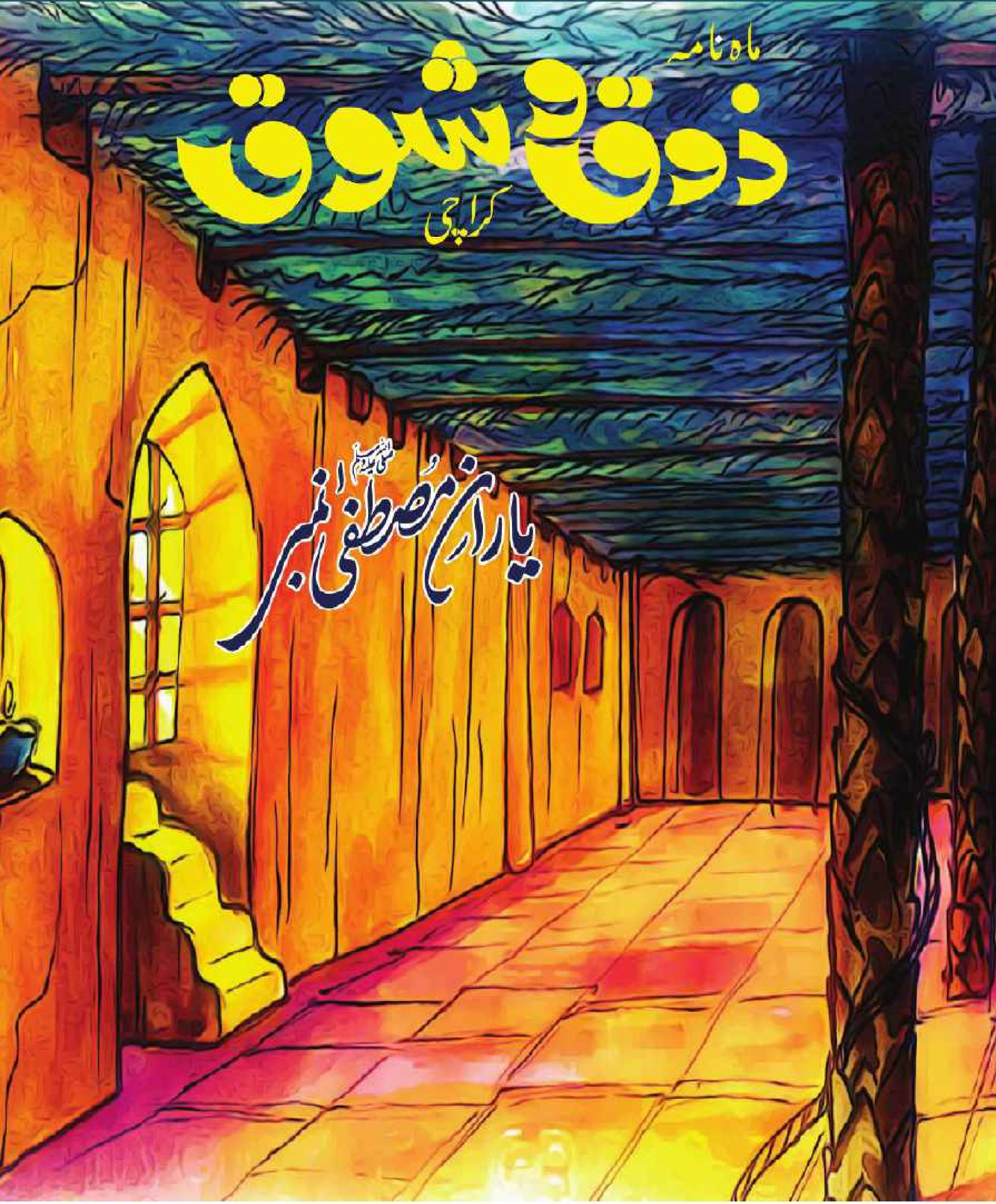

یارانِ مصطفیٰ ﷺ نمبر

قرآن وسنت اور اولیائے کرام کی دعاؤں کا نادر مجموعہ

مستند مجموعہ وظائف

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ
تصدیق شدہ

اب ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

جس میں آپ حاصل کریں گے:

- سورۂ کہف، سورۂ یٰس مع فضائل
- سورۂ رحمٰن، سورۂ واقعہ مع فضائل
- مستند درود و سلام و ستر استغفار
- اسمائے حسنیٰ مع اسم اعظم و چہل ربنا
- جادو، غم و پریشانی اور بیماری سے حفاظت کی دعائیں
- سفر، نماز، حفاظت و عافیت اور صبح و شام کی دعائیں

GET IT ON Google Play

اس کوڈ کو اسکین کریں
یا
اس نام سے تلاش کریں

Mustanad Majmoa Wazaif

www.mbi.com.pk

مکتبہ بیت العلم

Scan the above code or search
Mustanad Majmoa Wazaif
on Play Store

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
IMLI GINGER SAUCE
BAR-B-Q SAUCE
GREEN CHILLI SAUCE
GARLIC CHILLI SAUCE
SHANGRILA KETCHUP AND SAUCES
TASTY!
DELICIOUS!
KHAANON KAY MUST HAVES!
TOMATO KETCHUP
Tantalize your taste buds
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan

U.E.W
USWA
EDUCATION WORLD
Nurturing Young Souls
اسوہ ایجوکیشن ورلڈ
داخلے جاری ہیں
حفظ القرآن
ناظرہ اور مکتب کلاسیں بچوں اور بچیوں کے لیے
پلے گروپ
مونٹیسوری لیول ۱
مونٹیسوری لیول ۲
کلاس ۱ تا ۵
خصوصیات
دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ
نظم و ضبط اور اسلامی شعار کی پابندی
فیس کم، معیار اعلیٰ
مستعد اور تجربہ کار اسٹاف
تعلیم کے ساتھ تربیت کا خاص اہتمام
نصابی اور ہم نصابی سرگرمیاں
داخلے جاری ہیں برائے
پلے گروپ، مونٹیسوری لیول (۱) مونٹیسوری لیول (۲)
کلاس (۱ تا ۵) اور (شعبہ حفظ و ناظرہ)
رجسٹریشن کے لئے جلد رابطہ کیجیے
جامع مسجد سلیمانیہ، نزد فتح حلوائی، کلیٹن کوارٹرز، جمشید روڈ نمبر 1، کراچی
021-34895444
0300-2686096
0333-2387501

پیغامِ الٰہی جل جلالہ

عبدالعزیز

(مفہوم آیات: ۷۶، ۷۷، از: سورۂ بقرہ)

''جب وہ (یہودی منافق لوگ) مسلمانوں سے ملتے ہیں (تو) کہتے ہیں: ہم (بھی) مسلمان ہوگئے ہیں اور جب یہ (منافق یہودی لوگ) تنہائی میں دوسرے یہودیوں کے پاس جاتے ہیں تو یہ یہودی ان (یہودی منافق لوگوں) سے کہتے ہیں کہ تم (یہ) کیا (غضب کرتے ہو) کہ مسلمانوں کو وہ باتیں بتلا دیتے ہو جو اللہ نے (توریت میں) تم پر ظاہر کی ہیں۔ (نتیجہ یہ ہوگا کہ) وہ (مسلمان لوگ تمھیں بحث میں مغلوب کردیں گے کہ (دیکھو) یہ بات اللہ تعالیٰ کے پاس (سے تمھاری کتاب میں آئی) ہے، کیا تم (اتنی سوٹی سی بات) نہیں سمجھتے۔''

عزیز دوستو! ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، لیکن دل میں کفر رکھتے تھے۔

وہ اپنے ایمان کو سچا ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں سے کبھی کہہ دیتے تھے کہ توریت میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق خوش خبری دی گئی ہے یا قرآن کریم کے متعلق توریت میں یہ خبر آئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانوں سے اس طرح کی بات کرنے پر دوسرے یہودی انھیں برا بھلا کہتے تھے کہ تم جو ایسی بات مسلمانوں کو بتا دیتے ہو تو وہ تو کسی موقع پر تمھاری ہی بات کو تمھارے خلاف استعمال کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ دیکھو، ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا ہماری کتاب قرآن کریم کے بارے میں تو توریت میں بھی یہ بات لکھی ہے، تو تم اس وقت اپنا سا منہ لے کر رہ جاؤ گے۔ کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

عزیز دوستو! اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کیسے جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ، رسول اور دین کے ان دشمن قسم کے لوگوں کی صفات اپنانے سے، اور ان کے فتنے سے بچائے رکھے، سچے مومنوں والی صفات سے آراستہ فرمائے اور ان میں سے بنائے۔ آمین!

پیغامِ نبوی

رشید علی نواب شافی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
''تم میرے صحابہ کو برا نہ کہو! حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد گندم صدقہ کرنے کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔''

(بخاری، مسلم)

عزیز ساتھیو! اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی بہت تعریف بیان فرمائی ہے۔ ان حضرات کو صحابہ کہتے ہیں۔

آپ ﷺ کی تعلیمات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ذریعے سے ہم تک پہنچی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے ایک ایک طریقے پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے حدیث پاک میں پڑھا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نامناسب الفاظ سے تذکرہ کرنا منع ہے۔ ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''میرے صحابہ کی تعظیم و تکریم کرو، کیوں کہ وہ تمھارے برگزیدہ اور بزرگ ترین لوگ ہیں۔''

(رواہ نسائی)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ایسے مخلص لوگوں کی جماعت ہے کہ ہمارا کوئی بھی عمل ان کے عمل کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کردیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم صرف مٹھی بھر گندم خرچ کریں تو اُن کا خرچ کیا ہوا گندم کا ثواب ہمارے خرچ کیے ہوئے پہاڑ جتنے سونے سے بھی زیادہ ہوجائے گا۔

جب کسی صحابی کا نام آئے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہیے اور جب کسی صحابیہ کا نام آئے رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنا چاہیے۔

اس کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

عزیز ساتھیو! ہم بھی نیت کریں کہ ہم بھی آپ ﷺ کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی گزاریں گے، ان شاء اللہ!

(نوٹ: مد ایک پیمانہ ہے جو وزن میں تقریباً ۶۵۰ گرام بنتا ہے۔)

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہنامہ
ذوق و شوق
کراچی

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

صفر المظفر / ربیع الاول ۱۴۴۲ ہجری | جلد: 15

شمارہ: 06

ناشر ~~~ محمد عارف رشید

مجلس ادارت
- مدیر ~~~ عبدالعزیز
- معاون ~~~ محمد طلحہ شاہین

مجلس مشاورت
پروفیسر محمد احمد خان صاحب

راشد علی نواب شاہی

سرورق السٹریٹر ~~~ سید ناصر

آرٹسٹ ~~~ قیصر شریف

کمپوزر ~~~ سعد علی

نگران ترسیل ~~~ منور عمر

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاحِ امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت 70

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک =/1000

بذریعہ عام ڈاک =/750

ماہنامہ ذوق و شوق میں اشتہار شائع کرنے کا مطلب تصدیق ہے نہ سفارش۔ یہ صرف عوام کو مطلع کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مصنوعات کے بارے میں قارئین خود تحقیق فرمالیں۔

خط و کتابت کا پتہ:

ماہنامہ ذوق و شوق پبلی کیشنز، پوسٹ بکس 17904 پوسٹ کوڈ 75300 گلشن اقبال، کراچی

Email: zouqshouq@hotmail.com

zouq shouq/ذوق شوق

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں

0213-4990760, 0341-4410118

What's app: 0324-2028753

دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

10 — بلاعنوان (۱۵۸) — ام محمد احمد

13 — مجھے بچاؤ (پانی کہانی ۱۲) — نذیر انبالوی

17 — ستارے کہیں جنھیں (نظم) — ریحان طائر

18 — چمن نبوی کی ایک کلی (تاریخی جھلکیاں) — محمد حذیفہ رفیق زمزمی

20 — مقابلہ خوش خطی ۱ (کھیل) — البدر ہائیر سیکنڈری اسکول

21 — چچا چھترو نے کہانی سنائی — ش۔م۔دانش

25 — حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — عبداللہ بن مسعود

27 — حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (نظم) — ارسلان اللہ خان

28 — غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم — محمد نعمان حیدر

30 — سوال آدھا، جواب آدھا ۱۳ (کھیل) — الطاف حسین

31 — سچی محبت — حامد الحمید

34 — چھت کا بھوت — عشرت زاہد

37 — ذوق معلومات ۵۲ (کھیل) — ابو غازی محمد

38 — دوست سے پہچان — فرہاج صلاح الدین

42 — فوری علاج — حافظ محمد دانش عارفین حیرت

45 — بوجھو اس کا نام بتاؤ ۲ (کھیل) — ریحان طائر

46 — جھولوں کے جھولے ۹ — حافظ محمد دانش عارفین حیرت

48 — سبق — تنزیلہ احمد

49 — قرآن کوئز ۲ (کھیل) — سعد علی چھیپا

50 — سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن اخلاق — نورین ایمان

52 — یاران مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) (نظم) — اثر جون پوری

محمد عارف رشید نے [illegible] سے چھپوا کر شائع کیا۔

PARADISE BOOKS DISTRIBUTORS
Karachi: J-73, UNIT-1, GROUND FLOOR, OFF ALLAMA IQBAL ROAD, PECHS BLOCK-2, KARACHI. 021-34014901
LAHORE: SIDDIQUE MANAZIL, 2ND FLOOR, 40-ABBOT ROAD, STREET NEON PRINCE, LAHORE. 051-48430042
RAWALPINDI: OFFICE NO.2, FIRST FLOOR, STAR PLAZA, PARADISE HOUSE, RAWALPINDI. 042-3629701

علیک سلیک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

’’جس شخص کی ایمان کی حالت میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایک مرتبہ بھی ملاقات ہوئی اور اسلام پر ہی اس شخص کی وفات ہوئی ہو، اسے ’’صحابی‘‘ کہتے ہیں۔ ’’صحابی‘‘ کی جمع ’’صحابہ‘‘ ہے، لہٰذا حضور ﷺ کے زمانے کے وہ تمام لوگ جو ایمان کی حالت میں حضور ﷺ سے ملے اور پھر ایمان ہی کی حالت میں ان کی وفات بھی ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے لوگ ہیں جن کی سچائی، دیانت داری اور پاکیزگی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ انھیں اپنی رضا کا پروانہ اپنی کتاب قرآن کریم میں عطا کیا ہے اور اُن میں سے ہر ایک فرد سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

بیسیوں احادیث میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مختلف افراد کو جنت کی بشارتیں سنائی ہیں اور سب کو مقتدا اور راہ نما قرار دیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر فرد سے محبت کو ایمان کی علامت بتلایا ہے اور اُن میں سے کسی ایک فرد سے بھی دشمنی رکھنے اور اسے بُرا بھلا کہنے کو سختی سے منع فرمایا ہے، بل کہ ان سے عداوت اور دشمنی رکھنے والے کو اپنی ذات اقدس سے دشمنی رکھنے والا قرار دیا ہے۔

اسی لیے امت کے تمام علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امت کے سب سے بہترین افراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح راضی ہو چکے ہیں کہ اگر اُن میں سے کسی سے کوئی لغزش ہوئی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما کر اُن سب سے جنت کا وعدہ کر لیا ہے، چناں چہ ان میں سے کسی کی بھی توہین جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کے ذریعے سے قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور پورا دین ساری دنیا میں پہنچا ہے۔ شاعر کہتے ہیں ؎

اسلام کا زمانے میں سکّہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

علمائے کرام فرماتے ہیں:

’’جہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بدگمانی پھیلائی جا رہی ہو، صحابہ کرام کی طرف غلط، جھوٹے اور توہین آمیز واقعات منسوب کیے جاتے ہوں، وہاں مسلمانوں کے لیے ایسی مجالس منعقد کرنا واجب ہے جن میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درست سیرت پیش کی جائے اور اُن کی تعریف بیان کی جائے۔‘‘

آپ اپنے ماہ نامہ ذوق وشوق کے اس ’’یارانِ مصطفیٰ نمبر‘‘ کو بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی سمجھیے، ہم نے کوشش کی ہے کہ اس ’’خاص نمبر‘‘ میں آپ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق پُرلطف کہانیاں، پُربہار مضامین، پُرنور نظمیں، پُراثر واقعات، پُرمغز انعامی سلسلے اور پُرتاب مستقل سلسلے پیش کیے جائیں۔ اگر کوئی تحریر آپ کو ’’یارانِ مصطفیٰ‘‘ کے عنوان سے ہٹ کر نظر آئے تو اُسے آپ دسترخوان پر چنے بہترین کھانوں کے درمیان رکھے، اچار چٹنی کی طرح سمجھ لیجیے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس ہستیوں کے ذکر کے ساتھ ان جیسا عمل بھی نصیب فرمائے۔ آمین!

انسان گن نہ پائے

احمد حاطب صدیقی۔ اسلام آباد

گرمی کے دن جو آئے
سب لوگ بلبلائے
ٹھنڈی ہوا کے جھونکے
اللہ نے چلائے
ٹھنڈی ہوا، ہزاروں
بادل اُڑا کے لائے
بادل زمیں پہ دریا
برسات کے بہائے
پھر باغ جھوم اُٹھے
پھر کھیت لہلہائے
خالق نے بیل بُوٹے
کیا خوش نما اُگائے
غلے سے بھر دیں فصلیں
پیڑوں پہ پھل لگائے
خوش بو بھرے، رسیلے
پھل ہم نے خوب کھائے
کیسے لذیذ کھانے
اللہ نے کھِلائے
اُس نے دیا ہے جو کچھ
انسان گن نہ پائے

آ گئے

عائشہ صدیقہ عائش۔ نوشہرہ

تاج دارِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم، محبوبِ یزداں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)
مرحبا صد مرحبا جانانِ جاناں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

مل گئی پھولوں کو رنگت، خوش بو پھیلی چار سو
ظلمتوں کی شب مٹانے، مہرِ تاباں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

دامنِ رحمت کی وسعت، تھی یہ وحشی کی جزا
درسِ شفقت مل گیا جب شاہِ خوباں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

جس جبیں کی روشنی فرش و فلک پر چھا گئی
آئی شب کہنے: شبِ اسرا کے مہماں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

عشقِ احمد کی مہک سے پُر معطر ہو کے ہم (صلی اللہ علیہ وسلم)
کر رہے ہیں ذکر ہر دم، جانِ ایماں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

مقصدِ عالم مکمل جن کی آمد سے ہوا
ہم بھی عائش اس نبی کے زیرِ احساں آ گئے (صلی اللہ علیہ وسلم)

سیرت کہانی ۱۷

عبدالعزیز

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مبارک زندگی اور سیرت کے اہم واقعات پر مبنی ایک پیارا سلسلہ۔

طائف سے واپسی پر حضور ﷺ نخلہ کی وادی میں چند دن ٹھہرے۔ یہ وادی، مکہ اور طائف کے درمیان تھی اور مکے سے ایک دن کی مسافت پر تھی۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس جنوں کی ایک جماعت بھیجی، جس کا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر آیا ہے۔ ایک سورۂ احقاف میں، دوسرا سورۂ جن میں۔ جنات کی جماعت نے حاضر ہو کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ یہ کل سات جن تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں جنات کی یہ پہلی حاضری تھی۔ طائف سے نکلتے وقت جو ظلم و ستم حضور ﷺ پر ہوا تھا اور اُس کی وجہ سے آپ ﷺ کو جو تکلیف پہنچی تھی وہ جنات کے آنے، قرآن کریم سننے اور اِسلام قبول کر لینے کی وجہ سے دور ہو گئی۔

اس موقع پر زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

”مکے کیسے جائیں گے، جب کہ وہاں کے لوگ، یعنی قریش نے آپ ﷺ کو نکال دیا ہے!؟“ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

”اے زید! تم جو حال دیکھ رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے نجات کی کوئی راہ ضرور نکالیں گے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے دین کی مدد فرمائیں گے اور اپنے نبی غالب کریں گے۔“

آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے اور مکے کے قریب پہنچ کر حرا پہاڑ کے دامن میں ٹھہر گئے، پھر قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کے ذریعے اخنس بن شریق کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو پناہ دے دے، مگر اخنس نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں قریش کا حلیف ہوں، یعنی میں ان کی مخالفت نہیں کر سکتا، پھر آپ ﷺ نے سہیل بن عمر کے پاس بھی پیغام بھیجا، مگر اُس نے بھی پناہ دینے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ انھوں نے حامی بھر لی اور ہتھیار پہن کر اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلایا اور کہا:

”تم لوگ ہتھیار باندھ کر خانہ کعبہ کے کونوں پر جمع ہو جاؤ، کیوں کہ میں نے محمد (ﷺ) کو پناہ دے دی ہے۔“ اس کے بعد مطعم نے حضور ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ مکے میں آ جائیں۔ آپ ﷺ یہ پیغام ملنے کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ تشریف لائے اور مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ مطعم بن عدی نے اپنی سواری پر کھڑے ہو کر اعلان کیا:

”قریش کے لوگو! میں نے محمد کو پناہ دے دی ہے، اب اسے کوئی نہ چھیڑے۔“ ادھر رسول اللہ ﷺ سیدھے حجر اسود کے پاس پہنچے۔ اسے چوما، دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے گھر لوٹ آئے۔ مطعم بن عدی اور اُس کے بیٹوں نے ہتھیار بند ہو کر آپ ﷺ کے ارد گرد حلقہ بنائے رکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حضور ﷺ نے مطعم بن عدی کے اس حسن سلوک کو کبھی نہیں بھلایا، چناں چہ جنگِ بدر میں جب کفار مکہ کی ایک بڑی تعداد قید ہو کر آئی اور بعض قیدیوں کی رہائی کے لیے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور مجھ سے ان گندے لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے تو میں ان کی خاطر سب کو چھوڑ دیتا۔“

مکے میں آپ ﷺ نے ایک بار پھر لوگوں کو اِسلام کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ کچھ ہی عرصے کے بعد حج کا موسم بھی آ گیا تو آپ ﷺ نے حج کے لیے آنے والے لوگوں کو بھی دعوت دی اور پھر اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضور ﷺ کی محنت کی برکت سے کئی افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ مثلاً سوید بن

صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ شاعر تھے، اچھی سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔ یہ مدینے سے حج کرنے آئے تھے۔ مدینے کے لوگ ان کی سمجھ داری، شعر و شاعری اور اعلیٰ نسب کی بنا پر انھیں کامل (مکمل) کے لقب سے پکارتے تھے۔

حضور ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی۔ وہ کہنے لگے:

''غالباً آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا میرے پاس ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمھارے پاس کیا ہے؟''

''حکیم لقمان کی سمجھ بوجھ۔'' انھوں نے جواب دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''پیش کیجیے۔''

انھوں نے وہ باتیں پیش کیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ باتیں اچھی ہیں، لیکن میرے پاس جو کچھ ہے، وہ اس سے بھی اچھا ہے، وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل کیا ہے، وہ ہدایت اور نور ہے۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انھیں قرآن کریم پڑھ کر سنایا تو اُنھوں نے اسلام قبول کر لیا اور بولے:

''یہ تو بہت ہی اچھا کلام ہے۔''

اس کے بعد حضرت سوید بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ واپس پہنچے ہی تھے کہ وہاں ایک جنگ چھڑ گئی، جسے بعاث کے نام سے جانا جاتا ہے، اس میں شہید کر دیے گئے۔

مدینے میں دو قبیلے تھے اوس اور خزرج، ان کے درمیان دشمنی تھی، اوس والوں کی تعداد کم تھی تو وہ قریش کے پاس مدد کی بات کرنے مکہ آئے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی مکہ آئے۔ آپ ﷺ کو جب اس وفد کے آنے کا پتا چلا تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اُن کے درمیان بیٹھ کر ارشاد فرمایا:

''آپ لوگ جس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں، کیا اس سے بہتر چیز قبول کر سکتے ہیں؟''

ان سب نے کہا:

''وہ کیا چیز ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کے پاس اس بات کی دعوت دینے کے لیے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتاب بھی اتاری ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اسلام کا ذکر کیا اور قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔

وہ نوجوان ایاس بن معاذ بولے:

'اے قوم! خدا کی قسم! یہ اس سے بہتر ہے جس کے لیے آپ لوگ یہاں تشریف لائے ہیں۔'

لیکن وفد کے ایک رکن ابوالحیسر انس بن رافع نے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر اُس کے منہ پر دے ماری اور بولا:

''یہ بات چھوڑو، میری عمر کی قسم! ہم اس کے علاوہ دوسرے مقصد سے آئے ہیں۔''

ایاس بن معاذ نے خاموشی اختیار کر لی اور رسول اللہ ﷺ بھی وہاں سے اٹھ گئے۔ یہ وفد قریش کے ساتھ تعاون کا معاہدہ کرنے میں ناکام رہا اور اسی طرح مدینے واپس چلا گیا۔ مدینہ واپس آنے کے چند روز بعد ہی ایاس بن معاذ انتقال کر گئے۔ انتقال کے وقت ان کی زبان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تھا، جس کی وجہ سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

جب سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذریعے مدینے میں حضور ﷺ کے نبی بن کر آنے کی خبر پہنچی تو یہ خبر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں سے بھی ٹکرائی اور یہی خبر اُن کے اسلام لانے کا سبب بنی۔ وہ خود اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بتاتے ہیں:

''میں قبیلہ غفار کا ایک فرد تھا، مجھے معلوم ہوا کہ مدینے میں ایک آدمی ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا:

'تم اس آدمی کے پاس جاؤ، اس سے بات کرو اور میرے پاس اس کی خبر لاؤ۔''

وہ گیا، آپ ﷺ سے ملا اور واپس آ گیا۔

میں نے پوچھا:

'کیا خبر لائے؟' بولا:

'خدا کی قسم! میں نے ایک ایسا آدمی دیکھا ہے جو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔' میں نے کہا:

'تم نے تسلی بخش خبر نہیں دی۔' آخر کار میں نے خود سفر کے لیے سامان باندھا اور مکے کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچا لیکن آپ ﷺ کو پہچانتا نہ تھا اور یہ بھی مناسب نہیں سمجھتا تھا کہ آپ کے بارے میں کسی سے پوچھوں، لہٰذا میں زم زم کا پانی پیتا اور مسجد حرام میں پڑا رہتا۔ آخر میرے پاس حضرت علی آئے اور کہنے لگے:

'مسافر آدمی معلوم ہوتے ہو۔'

میں نے کہا:

'جی ہاں۔'

انھوں نے فرمایا:

'اچھا تو میرے گھر چلو۔'

میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ نہ انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہ میں نے ان سے کچھ پوچھا۔ صبح ہوئی تو میں پھر مسجد حرام میں آ گیا کہ آپ ﷺ کے بارے میں کسی سے پوچھوں، لیکن کوئی نہ تھا جو مجھے آپ ﷺ کے بارے میں بتاتا۔ آج پھر حضرت علی نے دیکھ لیا اور بولے:

'تمھیں ابھی اپنا مقصد حاصل نہیں ہو سکا؟'

میں نے کہا:

'نہیں۔'

انھوں نے فرمایا:

'اچھا تو میرے ساتھ چلو۔'

اس کے بعد اُنھوں نے کہا:

'تمھارا مسئلہ کیا ہے اور تم کیوں اس شہر میں آئے ہو؟'

میں نے کہا:

'آپ راز میں رکھیں تو میں بتا دیتا ہوں۔'

انھوں نے کہا:

'ٹھیک ہے، میں ایسا ہی کروں گا۔' میں نے کہا:

'مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک آدمی اپنے آپ کو اللہ کا نبی بتاتا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ بات کر کے آئے، مگر اُنھوں نے پلٹ کر کوئی تسلی بخش بات نہیں بتائی، اس لیے میں نے سوچا کہ خود ہی ملاقات کر لوں۔'

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'بھائی! تم صحیح جگہ پہنچے ہو۔ دیکھو، میں انھی کی طرف جا رہا ہوں۔ جہاں میں جاؤں، وہیں تم بھی آ جانا اور ہاں، اگر میں نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جس سے خطرہ ہو تو میں دیوار کی طرف چلا جاؤں گا، گویا اپنا جوتا ٹھیک کر رہا ہوں، لیکن تم راستے پر چلتے رہنا، رکنا مت۔'

اس کے بعد حضرت علی روانہ ہوئے اور میں بھی ساتھ ساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ وہ اندر داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور عرض کیا کہ آپ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں۔ آپ ﷺ نے اسلام کے بارے میں بتایا اور میں وہیں مسلمان ہو گیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: 'اے ابوذر! اسلام لانے کو چھپاؤ اور اپنے علاقے میں واپس چلے جاؤ، جب ہماری فتح کی خبر ملے تو آ جانا۔'

میں نے کہا: 'اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں تو اپنے اسلام لانے کے بارے میں ان لوگوں کے درمیان زور سے اعلان کروں گا۔'

اس کے بعد میں مسجد حرام میں آیا، قریش کے لوگ موجود تھے۔ میں نے کہا: 'اے قریش کے لوگو! میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'

یہ سننا تھا کہ لوگوں نے کہا: 'اٹھو، اس بے دین کی خبر لو۔' لوگ اٹھے اور مجھے مارنا شروع کر دیا۔ اس قدر مارا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا، لیکن حضرت عباس نے مجھے آ کر بچا لیا۔ انھوں نے مجھے جھک کر دیکھا، پھر قریش کی طرف پلٹ کر بولے: 'تمھاری بربادی ہو! تم لوگ قبیلہ غفار کے ایک آدمی کو مار رہے ہو، حالاں کہ تجارت کے لیے شام جانے والے راستے میں قبیلہ غفار پڑتا ہے۔'' اس پر لوگ مجھے چھوڑ کر ہٹ گئے۔

دوسرے دن صبح ہوئی تو میں پھر وہیں گیا اور جو کچھ کل کہا تھا، آج پھر کہا اور لوگوں نے پھر کہا کہ اٹھو، اس بے دین کی خبر لو، اس کے بعد پھر میرے ساتھ وہی ہوا جو کل ہو چکا تھا اور آج بھی حضرت عباس نے مجھے آ کر بچایا۔ وہ مجھ پر جھکے اور پھر ویسی ہی بات کہی جیسی گزشتہ روز کہی تھی۔''

......(جاری ہے)......

۱۵۸

بلاعنوان

ام محمد احمد۔ کراچی

"کیا سوچ رہے ہیں؟"

نازیہ بیگم نے فرحان صاحب کی طرف دیکھا، جو کھڑکی سے باہر اپنے گھر کے خوب صورت لان کے درختوں کو یک ٹک دیکھ رہے تھے، نازیہ کی آواز سن کر چونکے۔

"کچھ نہیں، ایسے ہی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ سامنے سوفے پر آ کر بیٹھ گئے، جہاں میز پر رکھی شام کی چائے ان کی منتظر تھی۔

"لگتا ہے آج آپ پھر اپنے تکلیف دہ ماضی میں کھوئے ہوئے ہیں!" نازیہ نے بھی اپنا چائے کا کپ اٹھالیا۔

"اسے تکلیف دہ نہ کہو نازیہ! پرسکون زندگی تھی۔ وہ مشینی دور نہیں تھا، محبتیں تھیں، ایک دوسرے کا احساس ہوتا تھا۔ رشتے داروں سے ملتے جلتے تھے۔ مل کر بیٹھتے تھے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ اب تو اپنی اولادوں کے پاس بھی وقت نہیں ہے اور اگر جو بیٹھ جائیں تو موبائل فون سے نظریں نہیں ہٹتیں۔ کچھ پوچھو تو جواب ہوں، ہاں سے آگے نہیں بڑھتا۔"

"آپ جب سے نوکری سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں بس ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ادا کریں، اس نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ بینک بیلنس، گاڑی، گھر، عزت، اولاد، کس چیز کی کمی ہے!"

فرحان صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وسیم کا فون تھا، ان کا چھوٹا بھائی جس کے ساتھ بچپن بیتا تھا، جس کے بغیر وہ ایک دن بھی نہیں رہ سکتے تھے اور اب مہینوں گزر جاتے تھے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھے ہوئے۔

"اس ہفتے چھٹی والے دن گھر پر آجاؤ وسیم!"

فرحان صاحب کے یہ کہنے پر نازیہ نے چونک کر دیکھا، لیکن کچھ کہا نہیں۔

"پروگرام بنانے سے پہلے پوچھ لیا کریں۔ آپ کے صاحب زادے کے دوست آرہے ہیں اس ہفتے۔ ابوبکر کا کوئی دوست پاکستان سے باہر جارہا ہے پڑھنے کے لیے، اس کی دعوت کی ہے اور دوسرے دوست بھی آرہے ہیں۔"

"کمال ہے! مجھے تم نے بتایا بھی نہیں اور نہ ابوبکر نے۔ خیر تم فکر نہ کرو، وسیم نے منع کر دیا ہے، اسے بھی کہیں اور جانا ہے۔"

نازیہ چائے کے خالی کپ لے کر جاچکی تھی اور وہ وہیں بیٹھے بیٹھے اس چھوٹے سے گھر میں پہنچ گئے جہاں وہ اپنے اماں، ابا، آپی اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتے تھے۔ چھوٹا سا صحن جس کے ایک طرف ترپال لگا کر برآمدے کی شکل دے دی گئی تھی اور اس برآمدے میں ایک پلنگ بچھا ہوتا تھا۔ اس پلنگ سے کچھ فاصلے پر باورچی خانہ تھا، وہ ماں کی پسندیدہ جگہ تھی۔ پلنگ پر ان چاروں کا قبضہ ہوتا تھا جو ابا کے آنے کے بعد ختم ہوتا۔ وہیں بیٹھ کر کتابیں پڑھتے، اسکول کا کام بھی کرتے، کھانا بھی کھاتے۔

ابا آتے تو وہیں آکر لیٹ جاتے۔ رات کا کھانا زمین پر دری اور دسترخوان بچھا کر کھایا جاتا۔ سارے دن کی باتیں، زمین پر رکھے گھومتے پنکھے کی گھرر گھرر اور تھکے ہوئے ابا کے چہرے کی پرسکون مسکراہٹ، ایک عجیب سماں ہوتا۔

گھر کے داخلی دروازے کے ساتھ ہی ایک کیاری تھی۔ گھر میں جو پھل بھی آتا، اس کے بیج اس کیاری میں دباتے اور اس پھل کا پودا نکلنے کا انتظار کرتے، جو ہمیشہ انتظار ہی رہا۔

"السلام علیکم بابا! کس بات پر ہنس رہے ہیں آپ؟"

انھیں پتا ہی نہیں چلا کہ وہ ہنس رہے تھے۔

"بابا! مجھے کچھ پیسے چاہییں۔"

"کیوں؟ تمھیں تمھاری امی دیتی ہیں، وہ کہاں ہیں؟"

"خرچ ہوگئے۔"

"کتنے چاہییں؟"

فرحان صاحب نے جیب سے پیسے نکالتے ہوئے پوچھا۔

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 250، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 150، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 100 روپے انعام دیا جائے گا۔ "بلاعنوان" کے کوپن پر عنوان تحریر کرکے ارسال کریں۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31 اکتوبر 2020 ہے۔
نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہ ہوگا۔

''کم از کم پانچ ہزار اور زیادہ سے زیادہ آپ کی مرضی۔''

انھوں نے ابوبکر کو گھور کر دیکھا جو اس سال انٹر میں آیا تھا۔

''ابوبکر! ہوش میں تو ہو، تم کیا کرو گے اتنی رقم کا؟''

''بابا! کسی کو دینے ہیں، بہت سخت ضرورت ہے۔''

''آؤ کمرے میں۔''

یہ کہہ کر فرحان صاحب آگے بڑھے اور الماری میں سے پانچ ہزار روپے نکال کر دے دیے۔ ابوبکر کے جانے کے بعد وہ سوچنے لگے کہ یہ ان پیسوں کا کیا کرے گا؟

......☆......

لاک ڈاؤن کے بعد مصروفیات کم ہوگئی تھیں۔ نہ کہیں جا سکتے تھے اور نہ ہی کوئی آسکتا تھا۔ فرصت ہی فرصت تھی، جس نے بور کر دیا تھا۔

فرحان صاحب اپنے باغیچے میں لگ جاتے، کبھی اپنے کتب خانے میں چلے جاتے، جہاں ابا کی پرانی کتابیں بھی رکھی تھیں، علمی کتابیں۔

ابا کو ان کتابوں کو پڑھ کر ہی اتنی معلومات حاصل ہوئی تھیں، حالاں کہ تعلیم زیادہ نہیں تھی۔ کتنے پیار سے سمجھاتے تھے۔ آٹھویں جماعت تک تو چاروں بہن بھائیوں کو خود ہی ٹیوشن پڑھایا۔

فرحان صاحب ایک مرتبہ پھر ماضی میں کھو چکے تھے۔

اتنے بڑے گھر کے اندر وہ بہت مشکل سے یہ کتب خانہ بنا پائے تھے۔ نازیہ کی مرضی نہیں تھی۔ اسے بنانے سے کمرے کی کشادگی میں کمی جو آئی تھی۔ اس کے خیال میں کتاب تو کہیں بھی بیٹھ کر پڑھی جا سکتی تھی اور بات صحیح بھی تھی، لیکن کتب خانہ بنانے کی خواہش ابا کی تھی، جو وہ وقتاً فوقتاً کرتے تھے، مگر ابا کے پاس وسائل نہیں تھے، اس لیے وہ نہیں بنا سکے تھے۔

رات کے کھانے پر ابوبکر نہیں تھا۔

''یہ کہاں گیا ہے؟''

دوستوں کے ساتھ ہے۔ کہہ رہا تھا کہ دیر ہو جائے گی۔''

''لاک ڈاؤن ہے، اتنی دیر تک باہر رہنا مناسب نہیں ہے۔ پتا نہیں کہاں کہاں گھومتا پھرتا ہے۔''

فرحان صاحب کو محسوس ہوا کہ ابوبکر اپنی تعلیم پر توجہ نہیں دے رہا اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ ابوبکر کو اعلیٰ تعلیم کے لیے پاکستان سے باہر بھیجیں گے۔

دوسرے ہی دن فرحان صاحب نے ابوبکر کو بتا دیا کہ انٹر کے بعد تمھیں پاکستان میں نہیں رہنا۔

''اخراجات کی پروا نہ کرنا، اچھی سے اچھی یونی ورسٹی میں داخلہ کرواؤں گا، تم انٹرنیٹ پر تلاش کر لو۔''

......☆......

پورے پاکستان میں لاک ڈاؤن کی وجہ سے حالات خراب ہوگئے تھے۔ خاص طور پر مزدور طبقہ مزید غریب ہوگیا تھا۔ لوگوں نے مخیر حضرات سے مدد کی اپیل کر دی تھی۔ مختلف علاقوں میں راشن بانٹا جا رہا تھا۔

''بابا! ایک بات کہوں؟''

''کہو، کیا بات ہے؟''

''بابا! مجھے پاکستان ہی میں پڑھنا ہے۔''

''کیوں؟ پہلے تو تم مجھے کہتے تھے کہ پاکستان میں نہیں رہنا چاہتے۔''

''مجھے اس وقت تک کچھ نہیں تھی۔ اب میں بڑا ہو گیا ہوں۔''

فرحان صاحب کو ہنسی آگئی۔

''ٹھیک ہے، اس مسئلے پر پھر بات کریں گے۔ ابھی لاک ڈاؤن مکمل نہیں کھلا۔ فضائی راستے بھی بند ہیں اور ابھی کون سا داخلہ ہو رہا ہے۔ پہلے انٹر مکمل کر لو۔''

''کیا باتیں ہو رہی ہیں دونوں میں؟''

نازیہ بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

فرحان صاحب نے بات بتا دی۔

''ابوبکر! تمھارا دماغ تو صحیح ہے؟ تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمھیں کہاں پڑھنا ہے، یہ ہم خود دیکھ لیں گے۔''

''دراصل جو پیسے آپ نے میری تعلیم کے لیے رکھے ہیں، وہ پیسے آپ کچھ عرصے کے لیے مجھے دے دیں، میں بعد میں واپس کر دوں گا۔''

نازیہ بیگم اور فرحان صاحب کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

''تم ہوش میں تو ہو!؟

یہ کیا کہہ رہے ہو!؟''

''اتنی بڑی رقم کا کیا کرو گے!؟''

ابوبکر خاموش کھڑا رہا۔

''جواب دو۔'' نازیہ نے ڈانٹ کر پوچھا۔

''میں بتا دوں گا، لیکن ابھی نہیں۔''

''سوری! وہ پیسے تمھیں نہیں ملیں گے۔ جاؤ یہاں سے۔''

ابوبکر کمرے سے باہر نکل گیا۔

''نازیہ! تمھیں اتنے سخت لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔''

فرحان صاحب کو افسوس ہو رہا تھا۔

......☆......

حالات آہستہ آہستہ بہتر ہو رہے تھے۔ بازار کھلنا شروع ہو گئے تھے۔ ہاں، تعلیمی ادارے ابھی بھی بند تھے کہ کراچی میں بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ روز بارشوں کی وجہ سے سڑکوں کا برا حال تھا۔ جگہ جگہ گٹر اُبل پڑے۔ ندی کے قریب بستیاں زیرِ آب آ گئیں۔ زندگی پھر مفلوج ہو کر رہ گئی۔

ابوبکر ایک مرتبہ پھر فرحان کے سامنے کھڑا تھا۔

''بابا! ان پیسوں کی دوسروں کو ضرورت ہے۔ لوگوں کے گھر ختم ہو گئے ہیں۔ ان کے پاس راشن نہیں ہے۔''

ابوبکر کے لہجے میں درد تھا، بے بسی تھی۔

''بیٹا! ان کاموں کے لیے اپنے پیسے خرچ کرتے ہیں۔''

''بابا! میں دو تین جگہ ٹیوشن پڑھا رہا ہوں۔ اپنی ضرورت کے لیے نہیں، دوسروں کی مدد کے لیے اور ہم دوست مل کر اپنے پیسوں سے لوگوں میں راشن تقسیم کر رہے ہیں۔ لوگوں کے لیے خیموں کا انتظام کر رہے ہیں۔ غریبوں کا احساس ہمیں شاید تب ہو گا جب اللہ نہ کرے ہمارے ساتھ ایسا ہو گا۔''

اور یہ کہہ کر وہ رُکا نہیں، فوراً کمرے سے نکل گیا۔

اور پھر وہ ہوا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بارشوں نے ڈیفنس کے علاقے کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔ اس طغیانی نے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلا دی۔

آناً فاناً منہ زور پانی بنگلوں میں داخل ہو گیا۔

نازیہ خوف زدہ سی ساکت کھڑی تھی۔

بیڈ روم، کچن، ڈرائنگ روم، گھر کے کونے کونے میں پانی پہنچ چکا تھا۔

ان لوگوں نے گھر کی چھت پر بنے اسٹور میں دو راتیں گزاریں۔ گھر کا سب فرنیچر تباہ ہو چکا تھا۔ بغیر بجلی کے وہ دن گزرے! بھوک اور پیاس کسے کہتے ہیں، یہ پہلی مرتبہ پتا چلا تھا۔

☆

''ابوبکر! تمھیں پتا ہے؟ تمھارا نام کس نے رکھا تھا؟ تمھارے دادا نے۔ وہ کہتے تھے کہ نام کا اثر شخصیت پر پڑتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناداروں کی مدد کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے اور قرض داروں کا قرض اُتارتے تھے۔ واقعی! حضور اکرم ﷺ اور اُن کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہہ کر نہیں، کر کے دکھا گئے ہیں۔''

فرحان صاحب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''مجھے تم پر فخر ہے ابوبکر! تم نے غریب لوگوں کی مدد کر کے اپنے نام کی لاج رکھ لی۔ اب تم مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ کھڑا پاؤ گے۔ ان شاء اللہ! ہم مل کر اس کام کو آگے بڑھائیں گے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں گے۔''

نازیہ بیگم خاموشی سے سن رہی تھیں۔

اس ناگہانی آفت نے ان کی آنکھیں کھول دی تھیں۔

مجھے بچاؤ

نذیر انبالوی۔ لاہور

حارث کے سر پر رنگین کاغذ سے بنا ہوا ایک تاج تھا، جس پر ''پانی'' لکھا تھا۔ حمزہ، ذیشان، اعجاز، بلال اور عبداللہ بھی اپنے سروں پر تاج سجائے بیٹھے تھے۔ ان طلبہ کے تاج پر ''پانی کے ننھے ننھے قطرے'' لکھا نظر آرہا تھا۔ حارث بآواز بلند بول رہا تھا:

''میں پانی ہوں، میں پانی ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک اَن مول نعمت ہوں۔ انسان میری قدر نہیں کرتے، سب مجھے ضائع کر رہے ہیں، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ۔''

''پانی کا ایک ایک قطرہ قیمتی ہے، انسانوں کو ہماری حفاظت کرنا چاہیے۔'' پانی کے قطرے کا روپ دھارے حمزہ آگے بڑھ کر بولا۔

''مجھے وہ بچے بہت اچھے لگتے ہیں جو مجھے ضائع نہیں کرتے، احتیاط سے مجھے استعمال کرتے ہیں۔'' حارث نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

پھر سب پانی کے قطرے پانی کے اردگرد جمع ہو گئے۔ پانی ان کے درمیان چھپ گیا۔ قطروں نے اُسے اپنی حفاظت میں لے لیا۔

''واہ! بہت خوب! ماشاءاللہ!'' سر ندیم نے طلبہ کو داد دی۔

''شکریہ سر!'' طلبہ نے یک زبان ہو کر کہا۔

کچھ دیر بعد پرنسپل صاحب بھی آ گئے۔ طلبہ نے ان کے سامنے پانی کے موضوع پر مختصر دورانیے کا خاکہ پیش کیا۔ پرنسپل صاحب نے طلبہ کی بھرپور انداز میں حوصلہ افزائی کی۔

پانی کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لیے روشن ستارہ اسکول نے شہر بھر کے اسکولوں کے طلبہ و طالبات کے درمیان ''میں پانی ہوں'' کے موضوع پر خاکہ پیش کرنے کا مقابلہ کروایا تھا۔ حارث اس سے قبل بھی اسکول میں ہونے والے مقابلوں میں حصہ لے چکا تھا۔ خاکہ سر ندیم صاحب نے لکھا تھا اور سر جمال صاحب نے لڑکوں کے انتخاب میں ان کی مدد کی تھی۔ حارث خاکے میں مرکزی کردار ادا کر رہا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتا، یہی دہراتا: ''میں پانی ہوں، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ، ورنہ تم بچ نہ پاؤ گے۔''

حارث اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑا مشق کر رہا تھا کہ گھریلو ملازمہ ماسی رضیہ نے اُسے مخاطب کیا:

''چھوٹے صاحب! آپ کے غسل خانے کا نل کھلا ہوا ہے اور پانی کمرے میں بھی آ گیا ہے۔''

حارث اپنے مکالمے دہرانے میں اس قدر محو تھا کہ اُس نے ماسی رضیہ کی بات پر کان ہی نہ دھرے۔ ماسی رضیہ کے غسل خانے کا نل بند کرنے تک پانی کمرے میں بچھے قالین کو گیلا کر چکا تھا۔

''میں پانی ہوں، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ، اپنے لیے، اپنی آنے والی نسلوں کے لیے، مجھے بچاؤ۔'' یہ مکالمے ادا کر کے جوں ہی حارث کی نظر ماسی رضیہ پر پڑی وہ چونک اٹھا:

''آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟''

''آپ غسل خانے کا نل بند کرنا بھول گئے تھے، پانی نے کمرے میں داخل ہو کر قالین خراب کر دیا ہے۔ آپ اکثر نل بند کرنا بھول جاتے ہیں۔'' ماسی رضیہ کی بات سن کر حارث کے کانوں میں اسی کے ادا کیے گئے مکالمے ''میں پانی ہوں، مجھے ضائع مت کرو، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ'' گونجے۔ حارث اپنی غلطی پر نادم تھا۔

☆

مقابلے کے دن سر ندیم کے ساتھ خاکے میں حصہ لینے والے طلبہ ہال میں موجود تھے۔

کچھ دیر میں مقابلے کا آغاز ہونے والا تھا۔ طلبہ اپنے اپنے مکالمے دُہرانے میں مصروف تھے۔ حارث بغیر کچھ بتائے ہال سے باہر نکلا۔ اس کے پیٹ میں ہلکا سا درد تھا۔ دائیں طرف بیت الخلا تھے۔ بیت الخلا کے باہر لگے ایک نل سے پانی بہہ رہا تھا۔ حارث نے نل بند کرنے کی کوشش کی تو پہلے تو وہ بند ہو گیا، پھر ایک دم پانی کا فوارہ نکلا۔ حارث آہستہ آہستہ نل کو بائیں طرف بند کرنے لگا۔ اب پانی بند ہو گیا تھا۔ حارث جب بیت الخلا سے باہر نکلا تو نل سے پھر پانی برابر بہہ رہا تھا۔ حارث نے باہر بیٹھے صفائی کرنے والے کو نل کے بارے میں بتایا تو وہ بولا:

''کیئر ٹیکر کو کئی دنوں سے اس نل کے بارے میں بتا رہا ہوں، آپ جائیے، میں دیکھ لیتا ہوں۔''

''کیسے چلا جاؤں، میں ضائع ہو رہا ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ پانی ضائع ہو رہا ہے، کیا میں کیئر ٹیکر سے مل سکتا ہوں؟'' حارث کسی صورت وہاں سے جانے کے لیے تیار نہ تھا۔

''وہ سامنے کیئر ٹیکر صاحب کھڑے ہیں۔'' صفائی والے نے درخت کے نیچے کھڑے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

چند ساعتوں بعد حارث کیئر ٹیکر اجمل صاحب کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے انھیں نل کے بارے میں بتایا۔ اجمل صاحب کے پوچھنے پر حارث نے اپنا تعارف کروایا وہ جو اس کے پانی کو بچانے کا جذبہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ جو کام کئی دنوں سے نہیں ہو رہا تھا وہ تھوڑی سی دیر میں ہو گیا۔ اب نل ٹھیک ہو گیا تھا۔ حارث بہت خوشی محسوس کر رہا تھا۔ اجمل صاحب نے ہال میں بیٹھے پرنسپل صاحب کو حارث کی اس حرکت کے بارے میں بتایا تو اُنھوں نے حارث اور اس کے اسکول کا نام کاغذ پر لکھ لیا۔

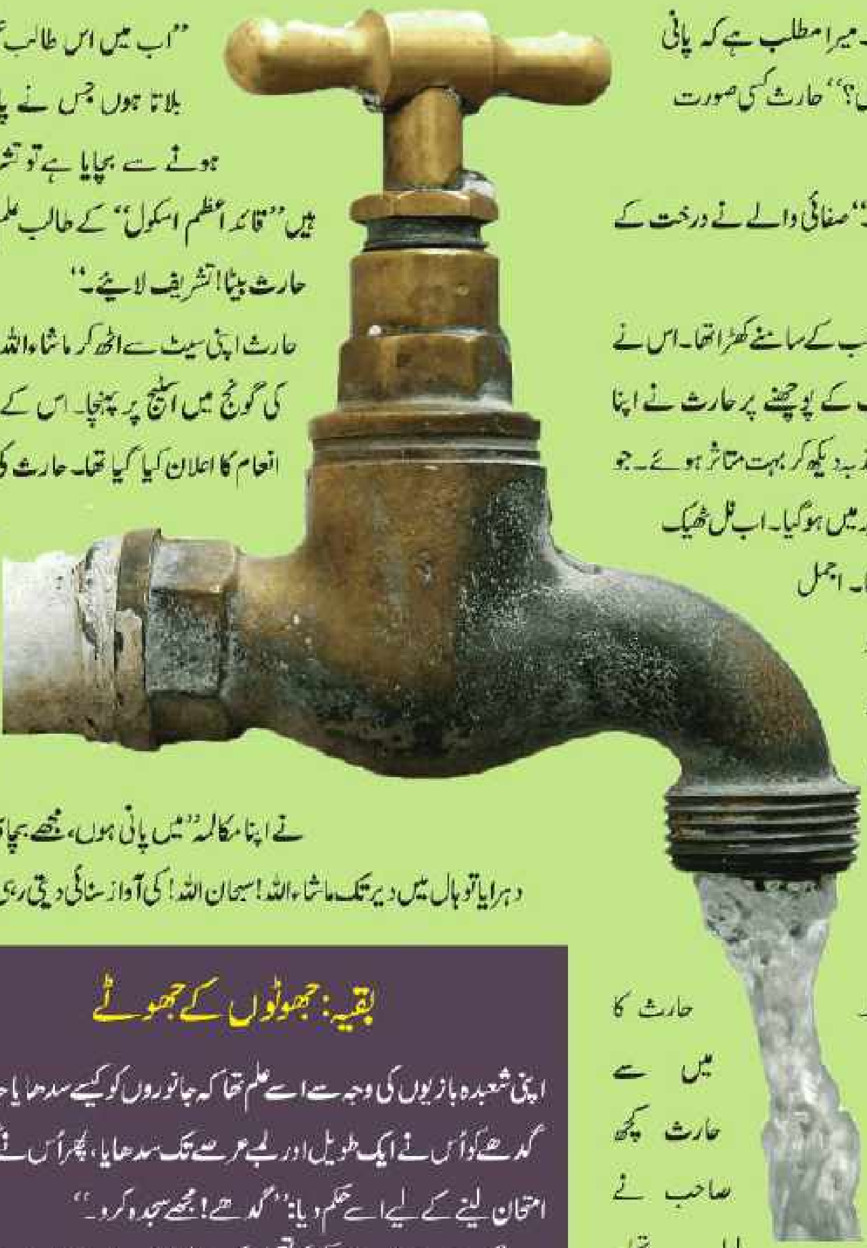

مقابلے میں بہت سے اسکولوں کے طلبہ و طالبات نے پانی کے موضوع پر اپنے دل چسپ خاکے پیش کیے۔ مقابلہ بہت سخت تھا۔ حارث کا اسکول کوئی انعام حاصل نہ کر سکا تھا۔ منصفین میں سے ایک صاحب نے نتائج کا اعلان کیا تو حارث کچھ مایوس سا دکھائی دے رہا تھا۔ سر ندیم صاحب نے حارث کے چہرے پر چھائی اداسی کو دیکھ لیا تھا۔

انعامات تقسیم ہونے سے پہلے پرنسپل صاحب کو خطاب کے لیے بلایا گیا۔ انھوں نے طلبہ و طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''آج پانی کے موضوع پر خاکہ پیش کرنے کا جو مقابلہ کروایا گیا ہے اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بچوں میں پانی بچانے کا شعور پیدا کیا جائے اور انھیں پانی کی اہمیت بتائی جائے۔ اب میں ایک ایسے طالب علم کو اِسٹیج پر آنے کی دعوت دوں گا جس نے نہ صرف مقابلے میں خاکہ پیش کیا ہے، بل کہ پانی کو بچانے کے لیے عملی طور پر اپنا کردار بھی ادا کیا ہے۔''

پھر انھوں نے نل اور اُس سے ضائع ہونے والے پانی کا واقعہ سنایا۔

''اب میں اس طالب علم کو اِسٹیج پر بلاتا ہوں جس نے پانی کو ضائع ہونے سے بچایا ہے تو تشریف لاتے ہیں ''قائد اعظم اسکول'' کے طالب علم ''حارث''، حارث بیٹا! تشریف لائیے۔''

حارث اپنی سیٹ سے اٹھ کر ماشاء اللہ! سبحان اللہ! کی گونج میں اسٹیج پر پہنچا۔ اس کے لیے خصوصی انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔ حارث کی اداسی اب جاتی رہی تھی۔ انعام حاصل کر کے جب اس نے اپنا مکالمہ ''میں پانی ہوں، مجھے بچاؤ، مجھے بچاؤ'' دہرایا تو ہال میں دیر تک ماشاء اللہ! سبحان اللہ! کی آواز سنائی دیتی رہی۔

بقیہ: جھوٹوں کے جھوٹے

اپنی شعبدہ بازیوں کی وجہ سے اسے علم تھا کہ جانوروں کو کیسے سدھایا جاتا ہے۔ گدھے کو اُس نے ایک طویل اور لمبے عرصے تک سدھایا، پھر اُس نے گدھے کا امتحان لینے کے لیے اسے حکم دیا: ''گدھے! مجھے سجدہ کرو۔''

گدھے نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور فوراً اُسے سجدہ کیا۔ اب اسود عنسی نے اسے حکم دیا: ''بیٹھ جاؤ۔'' گدھا اس کے حکم پر فوراً بیٹھ گیا۔ اسود نے اب اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا: ''چلو، اب کھڑے ہو جاؤ۔'' اس کے حکم پر گدھا کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے گدھے کو حکم دیا: ''دو ٹانگوں پر کھڑے ہو جاؤ۔'' گدھا اس کے حکم پر اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

''وہ مارا!'' گدھے کو کامیابی سے سدھانے پر وہ بہت ہی خوش ہوا۔ اس نے اس کے بعد بھی خوشی خوشی گدھے کا امتحان لیا۔ گدھا ہر بار کامیاب رہا۔ اب اسود عنسی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اس کی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے کا وقت مزید قریب آتا جا رہا تھا۔

......(جاری ہے)......

ٹنڈے

سعد علی چھیپا۔ کراچی

تمام سبزیاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کردہ عظیم نعمت ہیں۔ ہر سبزی اپنے اندر صحت کا خزانہ لیے ہوئے ہے، لہٰذا انھیں صرف ذاتی پسند اور ناپسند کی بنا پر نظر انداز کرنا دانش مندی کی علامت نہیں ہے۔ انھی سبزیوں میں ایک سبزی ٹنڈے بھی ہے۔ یہ سبزی اپنے ذائقے اور طبی فوائد کے لحاظ سے لاجواب ہے۔

یہ گرمیوں کی عمدہ ویجیٹیبل ڈش ہے جو وٹامن اے، بی اور سی کی غذائیت سے بھرپور ہے۔ یہ کدو سے مشابہ، مگر جسامت کے اعتبار سے اس سے بہت چھوٹی، گول مٹول اور چمک دار سبز زردی مائل رنگ کی حامل ترکاری ہے جس کے اوپر سفید باریک رواں بھی ہوتا ہے۔ یہ کدو کی طرح بیل میں لگتا ہے۔ اس کی بیل زمین پر پھیل جاتی ہے۔

ٹنڈے کو پوری دنیا میں اور خاص طور پر جنوبی ایشیا میں سبزی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ ٹنڈے کھانا پسند نہیں کرتے، لیکن اس میں انسانی صحت کے بہت سے فائدے چھپے ہیں، جن کے متعلق جان کر آپ بھی ٹنڈے شوق سے استعمال کریں گے۔

ٹنڈے کے چند فوائد:

☆ بلڈ پریشر کے مریضوں کے لیے ٹنڈے بہت مفید سبزی ہے۔

☆ گیس اور تیزابیت کی تکلیف بھی دور ہو جاتی ہے۔

☆ اس کے استعمال سے قبض کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

☆ ٹنڈے کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے۔

☆ یہ سوزش کو دور کرتے ہیں اور درد کو ختم کرتے ہیں۔

☆ ٹنڈا، ہاتھ اور پاؤں کی جلن کو دور کرتا ہے۔

☆ ٹنڈا، دماغ کو طاقت اور فرحت پہنچاتا ہے۔

☆ ٹنڈا، کولیسٹرول کو کم کرتا ہے، جس کی وجہ سے بلڈ پریشر نارمل ہو جاتا ہے۔

☆ بخار میں ٹنڈے کی سبزی استعمال کرنے سے بخار جلد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

☆ ٹنڈے کا جوس صبح خالی پیٹ باقاعدگی سے استعمال کرنے سے وزن کم ہو جاتا ہے۔

☆ ٹنڈے میں پانی اور فائبر کافی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔

☆ جوڑوں کے درد اور سوجن کے مریضوں کے لیے ٹنڈے بہت مفید ہیں۔

☆ ٹنڈے میں کیروٹین بھی پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ٹنڈا چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے۔

☆ چہرے کے داغ دھبے اور جھریوں کو ختم کرتا ہے اور بڑھاپے کے اثرات کو کم کر دیتا ہے۔

☆ ٹنڈے کا جوس استعمال کرنے سے بال لمبے عرصے تک سیاہ رہتے ہیں اور بال گرنا بند ہو جاتے ہیں۔

☆ ٹنڈا موٹاپا کم کرنے کے لیے مفید ہے۔

☆ ٹنڈے کا استعمال کینسر کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

تمام قارئین کرام سے مؤدبانہ عرض ہے کہ کسی بھی سبزی کے فوائد پڑھ کر اسے زیادہ نہ کھائیں، بل کہ اس کا استعمال اعتدال سے کریں اور اگر آپ کو کوئی خاص بیماری ہے تو اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کر کے کوئی بھی سبزی استعمال کریں۔

بکھرے موتی

قارئین

☆ اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔

☆ اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم کام یاب ہو جاؤ۔

☆ مسلمان کی زبان سے نکلی بات کا کوئی بھی اچھا مطلب نکال سکتے ہو تو اُس سے بُرے مطلب کا گمان مت کرو۔

☆ جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمھیں ہلاک کر دیں گے۔

(حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اسے مت دیکھو کہ کون بات کر رہا ہے، بل کہ یہ دیکھو کہ کیا بات کر رہا ہے۔

☆ ہر بھائی چارہ ختم ہو جاتا ہے، سوائے اس بھائی چارے کے جو لالچ کے بغیر ہو۔

☆ اچھائی یہ نہیں کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد زیادہ ہو، اچھائی تو یہ ہے کہ تمھارا علم اور تمھاری قوت برداشت بڑھے۔

(حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آئے۔ نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہو اور نہ دنیا کے کسی کام میں۔

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اے انسان! تو اپنی فکر کر، کیوں کہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہو گا اور اُس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو سکے گا۔

(حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ کسی بھی فتنے کا اس پر اثر ہوا یا نہیں تو وہ یہ دیکھے کہ کیا وہ حلال چیز کو حرام یا حرام چیز کو حلال سمجھنے لگا ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اس پر فتنے کا پورا اثر ہو گیا ہے۔

(حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن اور فاجر کے لیے حلال روزی مقرر فرما رکھی ہے۔ اگر وہ اس روزی کے آنے تک صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے حلال روزی دیتے ہیں اور اگر وہ بے صبری دکھاتا ہے اور حرام میں سے کچھ لے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اتنی حلال روزی کم کر دیتے ہیں۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ علم اور بردباری زینت ہیں۔ وعدہ پورا کرنا مردانگی ہے اور جلد بازی بے وقوفی ہے۔

(حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ جب کوئی مصیبت تمھارے مال اور جسم میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ مال کا نقصان ہو جائے، جان کا نہ ہو اور اگر مصیبت تمھاری جان اور دین میں سے کسی ایک پر آنے لگے تو کوشش کرو کہ جان کا نقصان ہو جائے لیکن دین کا نہ ہو۔

(حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ متقی لوگ تمھارے سردار ہیں اور علما، قائد اور راہ نما ہیں۔

(حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ریحان طائر۔ کراچی

ستارے کہیں جنھیں

دل کا سرور ، آنکھ کے تارے کہیں جنھیں
قلبِ شہِ ابرار کے پارے کہیں جنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

گم کردہ راستوں میں ہدایت کے واسطے
اصحاب ہی تو ہیں کہ ستارے کہیں جنھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

تاریخ کیا کرے گی رقم اُن کی داستان
افلاک ، عظمتوں کے منارے کہیں جنھیں

بوبکر ہیں ، عمر ہیں ، وہ عثمان و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں
دربارِ مصطفیٰ کے دُلارے کہیں جنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

رکھے جو بغض اُن سے وہ پائے گا بالیقیں
دنیا و آخرت کے خسارے کہیں جنھیں

طائرؔ نہ کیوں ہوں جان سے پیاری وہ ہستیاں
پیارے حبیب پیار سے پیارے کہیں جنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

چمن نبوی کی ایک کلی

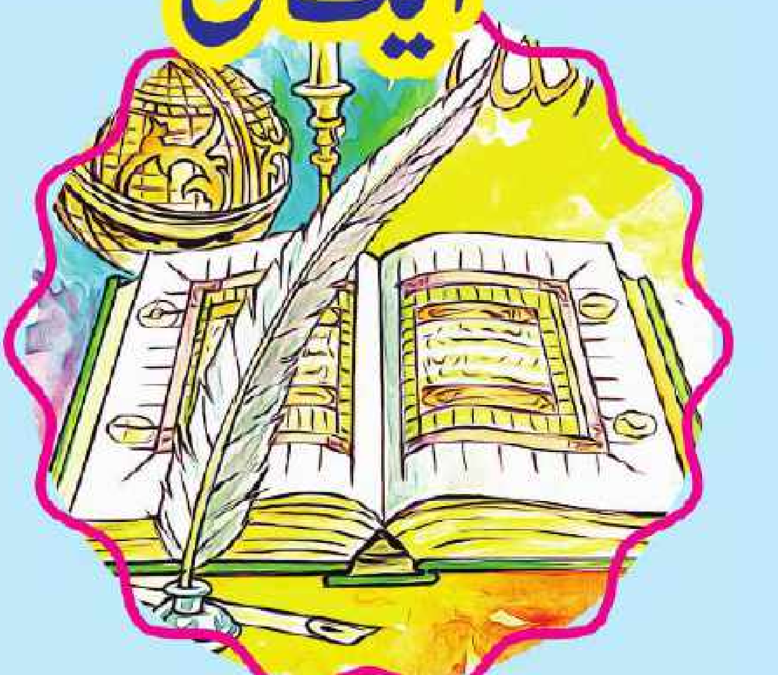

محمد حذیفہ رفیق زم زمی۔ کراچی

اللہ کے نبی ﷺ کی صحبت کے چمن میں ہزاروں قسم کے پھول تھے۔ ہر پھول کا اپنا رنگ اور اپنی خوش بُو تھی۔ کسی کی خوب صورتی لاجواب تھی اور کسی کی خوش بُو بے مثال، لیکن ہر پھول خوب سے خوب تر اور ہر کلی با کمال۔

وہ گلستان ہی ایسا تھا کہ اس میں کچھ وقت رہنے والا بھی نکھر کر جمال و کمال کی ان منزلوں کو طے کر جاتا اور برتری اور بلندی کی ان چوٹیوں کو چھو جاتا تھا کہ دوسروں کے لیے وہ کہکشاؤں میں چمکتے ستاروں اور درخشاں تاروں کی مانند بن جاتا، جس سے زندگی کی تاریک راہوں میں درست راستوں کا پتا لگایا جا سکتا اور تصور سے زیادہ اس تک رسائی ممکن نہیں ہو سکتی۔

اور پھر جب اس چمن کے پھول چہار دانگ عالم میں پھیلے تو بعد والے اپنے تمام تر عمدہ اوصاف کے باوجود اس گلشن کی کسی ایک بھی کلی اور پھول کی برابری نہیں کر سکے۔

مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ہیں:

ایک شخص جس کا نام عَمرو بن اُقَیش تھا، مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا۔ مسلمان اس وقت میدان میں کفار کے مقابلے میں برسرِ پیکار تھے۔ وہ ایمان لایا، جہاد میں شریک ہوا، زخمی ہوا اور بالآخر اللہ کے نام پر اپنی جان قربان کر کے شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

دَخَلَ الْجَنَّۃَ، وما صلّٰی للہ صلاۃً! (السنن لابی داود: ۲۵۳۷)

(اس نے ایک نماز نہیں پڑھی اور سیدھا جنت میں پہنچ گیا!)

اور ساتھ ہی حضرت عَمرو بن اُقَیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیت کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں بعد والے کتنی ہی عبادت کیوں نہ کر لیں، کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے۔

بس جو اس چمن میں آ گیا، پھر اُس کی شان ہی عجیب تھی! چاہے زیادہ عرصہ رہا ہو یا کچھ وقت گزارا ہو، اس کا مرتبہ بعد والوں سے بہت بلند ہو گیا۔ اس گلشن کی صحبت نے تو اُسے رضائے خداوندی کا پروانہ تک دلا دیا اور ابدی جنت تک کا وعدہ بھی کرا لیا گیا۔

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحبت کی کیا خوب مثال دی ہے:

گلے خوش بوئے در حمام روزے
رسید از دستِ مخدومے بہ دستم

(ایک دن حمام میں کسی نے مجھے کچھ خوش بودار مٹی لا کر دی۔)

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویزِ تو مستم

(میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے یا عبیر ہے؟ (دونوں اعلیٰ قسم کی خوش بُو ہیں۔) تیری دل آویز خوش بُو سے میں سرشار ہوا جا رہا ہوں۔)

بگفتا من گلے ناچیز بودم
و لیکن مدتے با گل نشستم

(اس نے کہا: میں تو ناچیز مٹی تھی، لیکن ایک مدت تک گل (پھول) کے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا رہا۔)

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(اور ہم نشین (میرے ساتھ بیٹھنے والے) کے جمال نے مجھ پر بھی اثر کر دیا ہے، ورنہ میری ہستی تو محض خاک ہے۔)

عزیز قارئین! ہم یہاں اسی چمن کے ایک نامور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف کرانا چاہتے ہیں، جن کا نام شاید بہت سے لوگ جانتے ہیں، لیکن ان کے اسلام لانے کے بعد کی شخصیت اور کردار کو اُس طرح نہیں جانا گیا جیسے ان کا حق تھا۔ یقیناً ان کی سب سے بڑی صفت تو یہی ہے کہ وہ صحابی

رسول ﷺ ہیں، لیکن اس کے علاوہ بھی ان کے کچھ ایسے اوصاف ہیں جو اُن کا خصوصی امتیاز ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں ایسے صحابی کو جنھوں نے اپنی دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کی خاطر قربان کر دیں؟

کیا آپ جانتے ہیں ایسے صحابی کو جن کے بیٹے کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا خاص کاتب بنایا اور اُن کے ہاتھ سے خطوط لکھوا کر سربراہانِ دنیا کے پاس بھیجے؟

کیا آپ جانتے ہیں ایسے صحابی کو جنھیں آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک علاقے کا گورنر کا مقرر کیا اور آپ کی وفات تک وہ اس علاقے کے گورنر رہے؟

ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ وہ رسول اللہ ﷺ کے سسر بھی ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک بہت مضبوط، مستحکم اور اَمن و امان سے بھرپور خلافت کے والی اور حاکم کے والد بھی ہیں، کیا آپ ان کا نام جانتے ہیں؟

ان کا پورا نام ہے: حضرت ابوسفیان صخر بن حرب بن اُمیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع میں اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن رہے، جنگ احد میں مسلمانوں کے خلاف ایک ہزار کفار کی قیادت بھی کر رہے تھے۔

لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو نورِ ہدایت سے منور کر دیا اور ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور صحابہ کی فہرست میں شامل ہو گئے۔

چوں کہ اسلام لانے سے پہلے بھی یہ سردار تھے، اس لیے اسلام لانے کے بعد بھی اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں ہر موقع پر اعزاز و اکرام سے نوازا اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ لگا دیا۔

فتح مکہ کے فوراً بعد غزوہ حنین میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں بیٹے، معاویہ بن ابی سفیان اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ شریک ہوئے۔

غزوہ حنین میں کفار کو شکست ہوئی اور اُن کی کچھ فوج وہاں سے بھاگ کر اَوطاس میں ٹھہری اور کچھ طائف کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گئی۔ اوطاس کی فوج شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئی اور گرفتار کر لی گئی، لیکن طائف میں پناہ لینے والوں سے جنگ کے لیے رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر روانہ ہوئے اور حنین اور اَوطاس کے اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو مقام جعرانہ میں جمع کر دیا۔

غزوہ طائف میں بھی حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک رہے اور انتہائی بہادری اور دلیری سے لڑے، اسی غزوے میں ان کی ایک آنکھ قربان ہو گئی۔

غزوہ طائف کے بعد جعرانہ تشریف لا کر رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مالِ غنیمت میں سے ۱۰۰ اُونٹ اور ۴۰ اُوقیہ چاندی عطا فرمائی اور اُن کے دونوں بیٹوں میں سے بھی ہر ایک کو ۱۰۰، ۱۰۰ اُونٹ اور ۴۰، ۴۰ اُوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

۱۵ھ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے اور لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے کی سرکردگی میں ہی لڑائی میں شریک ہوئے۔ بڑی ہمت اور حوصلے سے لڑے اور اس لڑائی میں آپ کی دوسری آنکھ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہو گئی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انھیں اس قربانی کا بہترین صلہ عطا فرمائیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں انھیں ''نجران'' کا گورنر بنایا تھا اور آپ ﷺ کے وصال کے وقت بھی وہ اسی منصب پر تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت آپ ﷺ کی نظر میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مقام تھا!

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو اُنھوں نے بیت المال میں دیکھا، ایک ہزار دینار الگ کیے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہوا ہے: یہ ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہیں۔ (ایک ہزار دینار آج کل کے حساب سے لاکھوں میں بنتے ہیں۔ دینار سونے کے سکے کو کہتے ہیں۔)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور اُن دینار کے بارے میں بتایا کہ یہ آپ کی امانت بیت المال میں رکھی ہوئی ہے۔ انھوں نے فرمایا:

لو علِم ابنُ الخطاب لی فیھا حقًّا لأعطانیھا

(اگر (امیر المومنین حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو یقین ہوتا کہ یہ میرا حق ہے تو وہ ضرور مجھ تک پہنچاتے، (لیکن چوں کہ انھوں نے مجھے نہیں دیا تو پھر یہ میرا حق نہیں ہوگا)۔

یہ کہہ کر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ رقم لینے سے انکار کر دیا۔

آخری عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے اور وہیں ۳۲ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اٹھاسی (۸۸) برس تھی۔

(اُسد الغابۃ، مختصر تاریخ دمشق)

خوش خبری

مقابلۂ خوش خطی

طلبا و طالبات کے لیے انعامات جیتنے کے مواقع

بارہ مہینے بارہ انعامات

انعامات:

اول آنے پر 1000 روپے — دوم آنے پر 700 روپے

سوم آنے پر 500 روپے

مقابلے میں شریک ہونے کے لیے مندرجہ ذیل فن پارے کو لکھیے۔ جو قاری اس فن پارے کو عمدہ انداز میں لکھنے میں کام یاب ہوگیا، وہ انعام کا حق دار ہوگا۔

تو پھر دیر کس بات کی! اٹھایئے کاغذ اور قلم، کیجیے مشق ...... اور ہمیں جلد از جلد ارسال کردیجیے۔

مقابلے سے متعلق ضروری ہدایات:

☆ کمپیوٹر پیپر (A-4 سائز) صفحہ استعمال کیجیے۔

☆ فن پارے کو لکھنے کے لیے فونٹین پین، پنسل، کٹا ہوا پین اور کٹا ہوا مارکر استعمال کر سکتے ہیں۔

☆ کالی اور نیلی روشنائی استعمال کیجیے، کوئی اور رنگ بالکل استعمال نہ کیجیے۔

☆ صفحے کے چاروں جانب سے تقریباً ایک ایک انچ کا فاصلہ رکھ کر نمونہ تحریر کیجیے۔

زیر انتظام

شعبہ خوش خطی، الہدیٰ ہائر سیکنڈری اسکول

نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نوٹ: فن پارہ ۳۱ اکتوبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں موصول ہو جانا چاہیے۔ ایک فن پارہ ایک طالب علم کی طرف سے قبول کیا جائے گا۔ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد وصول ہونے والے فن پارے مقابلے میں شریک نہیں کیے جا سکیں گے۔

چچا چھترو نے کہانی سنائی

ش۔م۔دانش۔پائی خیل

’’ہاں تو بچو! سنو، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ......‘‘

چچا چھترو نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ اچانک کامران بول پڑا:

’’یہ کیا بات ہوئی چچا جان!؟ آپ کی ہر کہانی میں ایک دفعہ کا ذکر ہی کیوں ہوتا ہے؟ آخر دوسری، تیسری یا چوتھی دفعہ کا ذکر کیوں نہیں ہوتا؟‘‘

کامران بڑا دور کا نکتہ اٹھا لایا تھا۔ چچا چھترو حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگے۔ ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ اسے کیا جواب دیں، کون سی منطق سمجھائیں، کیا کلیہ لگائیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، یعنی وہ کہانی بھی سنا لیں اور انھیں دوسری دفعہ کا ذکر بھی نہ کہنا پڑے۔

گھر میں مہمان آجائیں اور وہ ہوں بھی رشتے دار اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بچے بھی ہوں تو ان کے ناز نخرے اٹھانے ہی پڑتے ہیں۔ چچا چھترو کو بھی آج کل یہی کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔

پچھلے ایک ہفتے سے کراچی سے ان کے بڑے بھائی کے بچے چھٹیاں گزارنے آئے ہوئے تھے اور انھوں نے چچا کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔ صبح کا وقت تو خیر وہ اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے اور شرارتیں کرنے میں گزار دیتے تھے، لیکن شام ہوتے ہی چچا کی جان کو آجاتے تھے کہ ہمیں کہانیاں سنائیں۔ یوں پچھلے ایک ہفتے سے چچا چھترو کہانیاں سنانے والی دادی جان بنے ہوئے تھے۔

کہانیاں تو خیر انھیں کیا آتی تھیں، بس بچپن میں اپنی دادی اماں سے سنی ہوئی کہانیوں کو توڑ مروڑ کر روز بیان کر دیتے تھے اور بچے بھی خوش ہو جاتے تھے کہ کہانی سن لی ہے۔

مصیبت یہ تھی کہ اس وقت شاکا، شولا اور ماشمولا وغیرہ اپنے اپنے گھر چلے جاتے تھے، ورنہ وہی اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں اور باتوں سے بچوں کو بہلائے رکھتے۔

پہلے ایک دن تو چچا نے کوشش کی کہ ان کی بیگم صاحبہ ہی بچوں کو کوئی کہانی سنا دیں، لیکن وہ تو بچوں سے گھر بار کی خیریت پوچھ کر لمبی تان کر سو گئیں اور مجبوراً چچا کو کہانی سنانی پڑی۔ اس دن سے بچے کسی بلائے بے درماں کی طرح ان کی جان کو آگئے تھے کہ کہانی سنے بغیر نہ سوئیں گے اور نہ سونے دیں گے۔

پچھلے چھے دن تو آرام سے گزر گئے تھے، لیکن اب کامران شاید ایک دفعہ کا ذکر سنتے سنتے تنگ آچکا تھا، اس لیے وہ دوسری یا تیسری دفعہ کا ذکر سننا چاہتا تھا۔

’’اگر تم خاموشی سے نہیں بیٹھو گے تو میں کہانی نہیں سناؤں گا۔‘‘

چچا چھترو کو جب اور کچھ سمجھ نہ آیا تو انھوں نے سوچا کہ کہانی نہ سنانے کی دھمکی دی جائے۔

’’لیکن آپ دوسری دفعہ کا ذکر کیوں نہیں سناتے انکل!؟ جب اتنی کہانیوں میں ایک دفعہ کا ذکر بیان ہوا ہے تو کسی نہ کسی کہانی میں تو دوسری دفعہ کا ذکر بھی ہونا چاہیے۔‘‘

کامران نے معصومیت سے کہا اور چچا کا جی چاہا کہ وہ اپنے بال نوچ لیں۔

’’جاؤ سو جاؤ، میں نہیں سناتا کہانی۔‘‘

چچا کو ایک دم غصہ آگیا اور کامران کے دوسرے بہن بھائی اسے برا بھلا کہنے لگے۔

’’تم خاموشی سے کہانی نہیں سن سکتے؟‘‘

عمران نے کامران کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''لو اور سنو! یہ کیسے ممکن ہے؟ بھلا خاموشی بھی کسی کو کہانیاں سناتی ہے کہ میں خاموشی سے کہانی سنوں؟''

کامران نے کہا اور عمران غصے سے دانت بھینچ کر رہ گیا۔

''بھائی جان کا مطلب ہے کہ خاموش بیٹھ کر کہانی نہیں سن سکتے؟''

احسان نے بڑے بھائی کامران کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''خاموش بیٹھ کر کیا، میں تو خاموش لیٹ کر بھی کہانی سن سکتا ہوں، یہ کون سا مشکل کام ہے؟''

کامران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو تم خاموشی سے جا کر سو جاؤ۔''

چچا چھترو نے تنگ آ کر کہا۔

''اچھا انکل! اب نہیں بولوں گا، لیکن آپ کہانی کوئی اچھی سی سنایئے گا۔''

کامران نے ان کی دھمکی سے ڈر کر کہا۔

''اور اگر تم خاموش نہ بیٹھے تو!؟''

عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ اسے واقعی کامران پر غصہ آ رہا تھا جس کی وجہ سے کہانی کا مزہ کرکرا ہو رہا تھا۔

''اب میں خاموش بیٹھوں گا، میں وعدہ کرتا ہوں۔''

کامران نے مسکین سی شکل بنائی۔

''یہ وعدہ تو تم دن میں کئی بار کرتے ہو، لیکن پھر بولنا شروع کر دیتے ہو۔ پتا نہیں زبان ہے یا قینچی کہ چلتی ہی چلی جاتی ہے۔ آخر تم اتنا زیادہ بولتے ہوئے تھکتے کیوں نہیں؟ ہم سب کو دیکھو، کیسے خاموشی سے بیٹھ کر کہانی سن رہے ہیں اور تم ہو کہ بولتے ہی چلے جاتے ہو! کیا تمھیں کسی نے یہ تمیز نہیں سکھائی کہ بڑوں کے سامنے اس طرح زبان نہیں چلاتے؟''

عمران نے پورا لیکچر جھاڑ دیا، ویسے یہ سب کچھ بولتے ہوئے وہ ذرا بھی نہیں تھکا تھا۔

''اچھا سوری! سوری! اب وعدہ نہیں کروں گا۔''

کامران نے بوکھلا کر کہا۔

''کیا کہا!؟ وعدہ نہیں کرو گے؟ یعنی بولتے رہو گے!؟'' چچا چھترو کا پارہ ایک پھر چھت پر چڑھنے لگا۔

''نہیں انکل! میرا مطلب یہ ہے کہ اب میں نہیں بولوں گا، آپ اپنی کہانی بتائیں۔'' کامران ایک بار پھر بوکھلا گیا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟''

اچانک کہانی سناتے سناتے چچا چھترو، کامران سے مخاطب ہوئے۔

''کیا!؟ یہ کیسی کہانی ہے انکل! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟ یہ تو کوئی بالکل نئی کہانی لگتی ہے۔''

کامران نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ ادھر اس کے ممن بھائی ایک بار پھر بولنے پر اسے غصے سے گھور رہے تھے۔

''میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم کیا کہہ رہے تھے؟'' چچا چھترو نے کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں تو کب کا خاموش بیٹھا ہوں انکل!''

کامران نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے وہ اب تک واقعی خاموش ہی بیٹھا رہا ہو۔

''تم نے کہا کہ 'انکل! آپ کہانی بتائیں' تمھارا مطلب ہے کہ ہمیں کہانیاں نہیں آتیں اور ہم خود سے بنا بنا کر تمھیں اوٹ پٹانگ کہانیاں سناتے رہتے ہیں۔'' چچا چھترو کا غصہ آسمان کو چھونے کی کوشش کرنے لگا۔

ساتھ ہی انھوں نے آستین سے اپنے منہ کو صاف کیا، کیوں کہ غصے میں ان کے منہ سے جھاگ بہنے لگا تھا۔ کامران نے انھیں غصے میں دیکھا تو کانپنے لگا۔

''انکل! مم...... مم...... میرا یہ مطلب نہیں تھا، بس غلطی سے منہ سے 'سنائیں' کی جگہ 'بتائیں' نکل گیا تھا۔''

کامران ہکلاتے ہوئے بولا۔

''اچھا ٹھیک ہے سناتا ہوں، لیکن اب تم بالکل خاموش بیٹھو گے، ورنہ......''

چچا چھترو کہتے کہتے رک گئے، کیوں کہ اچانک انھیں یاد آ گیا تھا کہ کامران اُن کے بڑے بھائی کا بیٹا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اب تک اسے اٹھا کر بستر سے نیچے پھینک چکے ہوتے۔

''جی انکل! میں اب خاموش بیٹھوں گا، لیکن اب آپ اُس ایک دفعہ کا ذکر ہے، کا ذکر مت کیجیے گا، کیوں کہ اسی جملے کی وجہ سے کہانی آگے بڑھنے کا نام نہیں لے رہی۔ جوں ہی آپ 'ایک دفعہ کا ذکر ہے' کہتے ہیں کوئی نہ کوئی بول پڑتا ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ 'ایک دفعہ کا ذکر ہے' کا ذکر کرنے کی بجائے کہانی وہاں سے سنانا شروع کریں جہاں سے 'ایک دفعہ کا ذکر ہے' کے بعد شروع ہوتی ہے۔''

کامران نے 'ایک دفعہ کا ذکر ہے' کا جملہ نہ کہنے کی درخواست کرتے ہوئے نہ جانے خود کتنی بار یہ جملہ دُہرا دیا تھا اور اس جملے کی تکرار کی

وجہ سے چچا چھترو کا سر گھومنے لگا تھا۔

''تم خاموش نہیں بیٹھو گے؟''

عمران نے ایک بار پھر کامران کو گھورا۔

''خاموش کیسے نہیں بیٹھوں گا بھائی جان!؟ آپ نے سنا نہیں، میں نے انکل سے وعدہ کیا ہے کہ میں خاموش بیٹھوں گا۔ میں بھلا اپنا وعدہ کیوں توڑوں گا اور انکل! آپ بھائی جان کو سمجھائیں نا! یہ مجھے جان بوجھ کر خاموش بیٹھنے نہیں دے رہے۔''

کامران نے عمران کو جواب دیتے دیتے چچا چھترو کو مخاطب کیا اور چچا ایک طویل سانس لے کر چھت کو گھورنے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ آخر یہ بچہ کب خاموش ہوگا۔

''جی بھیا! کامران بھائی اپنا وعدہ کیوں توڑیں گے؟ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان وعدہ پورا کرتا ہے، اس لیے یہ اب خاموش بیٹھے رہیں گے۔''

چچا چھترو نے کہانی سنانے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ کامران کی چھوٹی بہن حفصہ بولی اور چچا چھترو نے اپنا منہ سختی سے بند کر لیا۔

''چلو، ہم بھی دیکھتے ہیں کہ یہ کب تک اپنا منہ بند رکھتا ہے۔''

عمران کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔

''کمال کرتے ہیں بھائی آپ بھی۔ اتنی دیر سے تو خاموش بیٹھا ہوں اور بھلا کیسے خاموش بیٹھوں؟ انکل! آپ ہی بتائیں کہ کیسے خاموش بیٹھا جاتا ہے۔''

کامران کی زبان ایک بار پھر چالو ہوگئی اور چچا نے ہونٹ بھینچ کر اُسے اس طرح دیکھا جیسے بتا رہے ہوں کہ اس طرح خاموش بیٹھا جاتا ہے۔

''انکل! کہانی شروع کریں نا!''

عدنان نے پہلی بار زبان کھولی۔

''ہاں تو بچو! میں کہانی سنا رہا ہوں، لیکن تم سنانے ہی نہیں دے رہے۔''

چچا چھترو نے اپنا سر کھجایا۔

''نہیں انکل! آپ سنائیں، اب تو کامران بھائی بھی خاموش بیٹھیں گے، کیوں کہ یہ وعدہ کر چکے ہیں اور ہم سب تو ویسے بھی بالکل نہیں بولتے۔''

احسان نے کہا، اسے کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا، اس لیے وہ چاہتا تھا کہ چچا چھترو جلدی سے کہانی سنانا شروع کر دیں۔

''ہاں ہاں، لو سنو، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ......''

چچا چھترو نے کہنا شروع کیا۔

''لیکن انکل! یہ تو آپ پہلے ہی تین چار بار بتا چکے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے، اب اس سے آگے کہانی سنائیں۔''

عدنان نے اعتراض کیا۔

''سنا تو رہا ہوں، لیکن یہ فقرہ دُہرائے بغیر کہانی شروع نہیں کی جا سکتی۔''

چچا چھترو زچ ہو کر بولے۔

''لیکن چچا جان! یہ فقرہ تو آپ پانچ بار دُہرا چکے ہیں۔''

احسان نے اپنی آنکھیں پھیلائیں۔

''اچھا، اب اس سے اگلی کہانی ہی سناتا ہوں۔ تو سنو......''

چچا چھترو کہتے کہتے رک گئے۔

''آپ کچھ سنائیں تو ہم سنیں بھی، آپ تو بالکل خاموش ہو گئے، پھر بھلا ہم کیسے سنیں؟'' تھوڑی دیر خاموشی رہی، پھر کامران بولا۔

''مجھے پتا تھا تم بیچ میں ضرور بولو گے، میں اسی لیے خاموش ہو گیا تھا۔''

چچا چھترو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''دیکھ لیں انکل! یہ وعدہ کر کے بھی خاموش نہیں بیٹھ رہا۔''

عمران کو ایک بار پھر سرزنش کا موقع مل گیا اور کامران نے اتنی سختی سے ہونٹ بھینچے جیسے اب وہ زندگی بھر نہیں بولے گا۔

''ہاں تو بچو! میں کہہ رہا تھا۔ ارے، میں کیا کہہ رہا تھا؟ میں تو بھول ہی گیا کہ میں کیا کہہ رہا تھا؟''

سب کو خاموش دیکھ کر چچا چھترو نے کہانی سنانا شروع کی، لیکن پھر گڑبڑا گئے۔

''انکل! آپ کہہ رہے تھے کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ......''

ننھے احسان نے یاد دلایا۔

''ہاں، وہ تو ٹھیک ہے، لیکن اس سے آگے کیا کہا تھا میں نے؟''

چچا چھترو کی پریشانی دور نہیں ہوئی تھی، کیوں کہ انھیں یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سی کہانی سنانا چاہتے تھے۔

''اس سے آگے تو آپ نے کچھ نہیں کہا تھا۔''

سب نے یک زبان ہو کر کہا، لیکن کامران خاموش ہی بیٹھا رہا تھا۔

''یہ سب اس کامران کی وجہ سے ہوا ہے، اتنی اچھی کہانی سنانے والے تھے انکل اور اس نے بیچ میں ٹانگ اڑا دی۔''

عمران نے کامران کو غصے سے گھورا۔

''آپ کو کیسے پتا کہ انکل کوئی اچھی کہانی سنانے والے تھے، جب کہ

انھوں نے تو ابھی تک کہانی شروع ہی نہیں کی تھی۔"

کامران دوبارہ بول پڑا۔

"بھائی! آپ خاموش نہیں رہ سکتے؟ اب تو کچھ دیر خاموش بیٹھ کر چچا کو کہانی یاد کرنے دیں۔"

احسان نے کامران سے گویا درخواست کی۔

"جب خاموش ہوتا ہوں تو بولنے پر مجبور کرتے ہو اور بولتا ہوں تو پھر شکایت شروع ہو جاتی ہے کہ میں خاموش نہیں بیٹھتا۔"

کامران نے جھنجھلا کر کہا۔

"تو بھائی! ہم کیا کریں؟ ہمیں بھی تو کہانی سننی ہے۔ اگر سب چپ نہیں بیٹھے تو کہانی کیسے سنی جا سکتی ہے؟"

احسان نے زچ ہو کر کہا۔

"ٹھیک ہے، میں خاموشی سے سو رہا ہوں، تم سب اطمینان سے سن لو کہانی۔"

کامران نے کہا اور اُس چارپائی سے اٹھ گیا، جس پر وہ سب کہانی سننے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے، پھر اُس نے اپنے اوپر کمبل اوڑھا اور خاموشی سے سو گیا، جب کہ اس کے باقی بھائی بہن حیرت سے پلکیں جھپکا جھپکا کر اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

کچھ دیر بھی خاموش بیٹھے رہے۔ وہ سب سوچ رہے تھے کہ کامران ابھی دوبارہ اٹھے گا اور اُن کے ساتھ آ کر بیٹھ جائے گا اور پھر سے کہانی سننے کی فرمائش کرے گا، لیکن وہ ویسے ہی لیٹا رہا۔ آخر تنگ آ کر اُن سب نے اسے آوازیں دینی شروع کر دیں۔

"کامران بھائی!"

سب سے پہلے احسان نے آواز دی، لیکن کوئی جواب نہ ملا۔

"کامران!"

اب کی بار عمران نے آواز دی، لیکن کامران پھر بھی خاموش رہا۔

پھر سب نے باری باری آوازیں دینا شروع کر دیں، لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کامران بیٹا! آ جاؤ کہانی سننے۔" آخر چچا چھترو نے بھی آواز دی، لیکن جواب ندارد۔

اب تو سب پریشان ہو گئے۔ جب تک کامران بول رہا تھا، ان سب کو گراں گزر رہا تھا، جیسے ہی وہ خاموش ہوا اُن سب کو یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی باتوں کے بغیر کہانی سننے کا مزہ ہی نہیں آئے گا۔

چچا چھترو بار بار کہانی سنانے کے لیے منہ کھولتے اور پھر بند کر دیتے، کیوں کہ انھیں یوں لگ رہا تھا جیسے اب ان تمام بہن بھائیوں کو کہانی سے کوئی دل چسپی نہیں رہی۔

آخر کافی دیر بعد وہ سب چچا کی طرف متوجہ ہوئے:

"چھوڑیں چچا! اب آپ کہانی سنائیں، کامران تو شاید سو گیا ہے۔"

آخر عمران نے کہا اور وہ سب ہمہ تن گوش ہو گئے۔ چچا چھترو نے اس دوران میں خوب سوچ سوچ کر ایک کہانی ذہن میں ترتیب دے ہی لی تھی، اسی لیے وہ فوراً ہی سنانے لگے۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ....."

اتنا کہہ کر وہ رُکے، لیکن کسی نے بھی ان کے اس فقرے پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ حیرت سے سب کو گھورنے لگے، آخر وہ دوبارہ بولے:

"ہاں تو بچو! میں کہہ رہا تھا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ....."

انھوں نے فقرہ دہرایا۔ اب انھیں یقین تھا کہ بچے ضرور کچھ نہ کچھ بولیں گے، لیکن وہ اب بھی خاموش رہے۔ اب چچا چھترو اُن کی خاموشی سے زچ ہونے لگے۔

"تم سب خاموش کیوں ہو؟"

آخر انھوں نے پوچھ ہی لیا۔

"کیوں کہ ہم کہانی سننا چاہتے ہیں۔"

سب نے بیک زبان کہا۔

"اچھا، لو سنو! ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کچھ بچے اپنے چچا سے کہانی سننے کی فرمائش کر رہے تھے۔ جب بھی ان کے چچا کہانی شروع کرنے لگتے تو ان میں سے ایک بچہ کوئی نہ کوئی بات کر کے کہانی کو روک دیتا۔ آخر سب نے تنگ آ کر اُسے جھڑکا تو وہ سو گیا، لیکن اس کے سونے کے بعد اُس کے بہن بھائی اداس ہو گئے اور اُن کے چچا کا دل بھی کہانی سنانے کا نہ چاہا، اس لیے وہ سب بھی سو گئے۔"

چچا چھترو نے جلدی جلدی کہانی بنائی اور پھر غڑاپ سے اپنے بستر میں جا گھسے۔

بچے کچھ دیر تو انھیں آوازیں دیتے رہے، پھر وہ سب بھی مایوس ہو کر اپنے اپنے بستر پر لیٹ کر خواب خرگوش کے مزے لوٹنے لگے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عبداللہ بن مسعود۔ کراچی

پیارے بچو! ہم الحمدللہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کو لکھنے کا کام کون لوگ انجام دیا کرتے تھے؟

یہ وہ ۳۸ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جنھیں کاتبین وحی کہا جاتا ہے۔ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سرفہرست حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان دونوں حضرات کا کام ہی وحی اور خطوط لکھنا تھا۔

آیئے، ہم آپ کو کاتب قرآن حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ حالات بتاتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام ابوسفیان تھا اور اُن کی والدہ کا نام ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ ان کی والدہ نے ان سے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ میرا بچہ پورے عالم عرب کا سردار بنے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتدا سے ہی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ آپ کی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ اور مومنین کی ماں ہیں اور اسی وجہ سے آپ کا ایک لقب خال المؤمنین (مومنین کے ماموں) بھی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آقائے دو جہاں ﷺ سے بہت ساری دعائیں بھی سمیٹی ہیں۔

پیارے بچو! کسی بھی انسان کے لیے بڑوں کی دعائیں بڑا قیمتی سرمایہ ہوتی ہیں۔ جو شخص بڑوں کی خدمت، اطاعت اور تابع داری کر کے ان کی دعائیں لینا سیکھ جاتا ہے، وہ بہت جلد ترقی کرتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت اور امامت سے بھی نوازا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً ۱۹ سال ۶۴ لاکھ مربع میل پر حکمرانی کی، آپ کے دورِ امارت کی چند نمایاں خدمات یہ ہیں:

۱۔ آپ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے بحری بیڑا تیار کرایا۔

۲۔ مصر اور شام کے ساحلی علاقوں میں جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے۔

۳۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحری فوج کو بہت ترقی دی، چناں چہ ایک ہزار سات سو جنگی جہاز رومیوں کے مقابلے کے لیے تیار رہتے تھے۔

۴۔ ڈاک کے محکمے کی تنظیم و توسیع کی اور تمام حدودِ سلطنت میں اس کا جال پھیلا دیا۔

۵۔ پہلا اقامتی ہسپتال دمشق میں قائم فرمایا۔

پیارے نونہالو! اتنی عظیم اور جلیل القدر شخصیت کی صفات اور خوبیاں بھی نہایت عظیم تھیں، آیئے آپ کو اُن کی ہم چند صفات بتاتے ہیں:

۱۔ دوسروں کے کام آنا:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رعایا کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کی بھی مصیبت اور تکلیف کا احساس رکھتے تھے۔ آپ کو یہ گوارا نہ تھا کہ آپ کی رعایا کا کوئی بھی فرد کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔

روم کے ایک غزوے میں جنگ کے دوران میں ایک عام سپاہی اپنی

سواری سے گر پڑا اور اُٹھ نہ سکا، اُس نے لوگوں کو مدد کے لیے پکارا، سب سے پہلے جو شخص اپنی سواری سے اتر کر اُس کی مدد کو دوڑا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

۲۔ حلم و بردباری:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت تحمل مزاج اور بُردبار تھے۔ منہ پھٹ لوگ اور مخالفین آپ کے سامنے انتہائی نازیبا رویہ اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آتے، لیکن آپ اُن کے ساتھ نرمی والا برتاؤ کرتے، ہنسی میں ٹال دیتے اور غصہ پی جاتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے:

''غصے کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی شے میں نہیں ملتا۔

۳۔ عشق نبوی ﷺ:

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکارِ دو عالم ﷺ سے گہرا تعلق اور عشق تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت سی اداؤں میں آقا ﷺ کی اداؤں کی جھلک پائی جاتی تھی۔ عشق نبوی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ بصرہ میں ایک شخص ہے جو نبی کریم ﷺ سے بہت مشابہت رکھتا ہے، آپ نے وہاں کے گورنر کو خط لکھ کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ اُسے بلوایا، اُس کا استقبال کیا، پیشانی پر بوسہ لیا اور انعامات سے نوازا۔

۴۔ نماز سے تعلق:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازوں کا خوب اہتمام کرتے تھے۔ آپ کی نماز، مکمل سنت کے موافق اور خشوع و خضوع سے بھرپور ہوتی تھی۔ نبی کریم ﷺ سے والہانہ عشق کا اثر نماز میں بھی نمایاں تھا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے نماز پڑھنے میں کسی کو آں حضرت ﷺ کے ساتھ اتنا مشابہ نہیں پایا جتنے (حضرت) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔''

آقائے دو جہاں ﷺ کے یہ عظیم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی پوری زندگی اپنے محبوب ﷺ کی فرماں برداری، دین کی خدمت، رعایا کی دیکھ بھال میں صرف کر کے ۶۰ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ، از ابن حجرؒ، آثار التنزیل، از ڈاکٹر خالد محمودؒ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شخصیت، کردار اور کارنامے، از مفتی محمود اشرف عثمانی)

حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک بار) عامر بن ربیعہ نے (میرے والد) سہل بن حنیف کا جسم دیکھا تو کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! (سہل کے جسم اور اُن کے رنگ و روپ کے کیا کہنے!) میں نے تو آج کے دن کی طرح (کوئی خوب صورت بدن کبھی) نہیں دیکھا اور پردہ نشین کی بھی کھال (سہل کی کھال جیسی نازک اور خوش رنگ) نہیں دیکھی۔

ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (عامر کا) یہ کہنا تھا کہ ایسا محسوس ہوا (جیسے) سہل کو گرا دیا گیا (یعنی انھیں عامر کی ایسی نظر لگی کہ وہ فوراً غش کھا کر گر پڑے)۔ انھیں اٹھا کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کیا گیا:

''یا رسول اللہ! آپ سہل کے علاج کے لیے کیا تجویز کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اپنا سر بھی اٹھانے کی قدرت نہیں رکھتے۔'' آں حضرت ﷺ نے سہل کی حالت دیکھ کر فرمایا: 'کیا کسی شخص کے بارے میں تمھارا خیال ہے کہ اس نے انھیں نظر لگائی ہے؟' لوگوں نے عرض کیا:

'(جی ہاں) عامر بن ربیعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں ہمارا گمان ہے کہ انھوں نے نظر لگائی ہے۔''

راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے (یہ سن کر) عامر کو بلایا اور اُنھیں ڈانٹا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں مار ڈالنے کے درپے ہوتا ہے! تم نے سہل کو برکت کی دعا کیوں نہیں دی؟ (یعنی اگر تمھاری نظر میں سہل کا بدن اور رنگ و روپ بھا گیا تھا تو تم نے یہ الفاظ کیوں نہ کہے: '' بَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ ''، تا کہ ان پر تمھاری نظر کا اثر نہ ہوتا)۔

پھر آپ ﷺ نے عامر کو حکم دیا کہ (تم سہل کے لیے) اپنے اعضا کو دھوؤ اور اُس پانی کو اس پر ڈال دو، چناں چہ عامر نے ایک برتن میں اپنے اعضا (ہاتھ، پاؤں وغیرہ) دھوئے اور پھر وہ پانی سہل پر ڈال دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سہل فوراً اچھے ہو گئے اور اُٹھ کر لوگوں کے ساتھ اس طرح چل پڑے جیسے انھیں کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (شرح السنہ، مؤطا امام مالک)

(ابیہ عبدالعزیز۔ کراچی)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارسلان اللہ خان۔ حیدرآباد

سایۂ خیر الوریٰ ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
گوہرِ شیرِ خدا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پسرِ زہرا و نواسۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
آپ کا یہ مرتبہ ، حضرت حسینؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حلم ، تقویٰ ، آگہی ، علم و عمل
پیکرِ صبر و وفا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سر کٹا لینا ، جھکانا مت کبھی
درس یہ تم نے دیا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ بھر دیتے تھے سب کی جھولیاں
منبعِ جود و سخا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عزم ، ہمت اور استقلال میں
آپ سا کوئی نہ تھا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مجھ سے ہے شبیر ، میں شبیر سے
مصطفیٰ نے خود کہا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ارسلاںؔ ! ہے آپ کے در کا غلام
اے شہیدِ کربلا ، حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نعمان حیدر۔ خانیوال

''عزیز طلبہ! کیا آپ کو پتا ہے کہ اس سال ایک بہت ہی دل چسپ تقریری مقابلہ ہونے جا رہا ہے۔'' استاد صاحب نے سب طلبہ کی طرف دیکھا تو سب نے نفی میں سر ہلا دیے۔

''تو سنیے، اس کا عنوان ہے:

''شانِ مصطفیٰ ﷺ۔''

یہ سنتے ہی محمد چوکنا ہو گیا، کیوں کہ اسے آپ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ ہر وقت درود شریف پڑھتا رہتا تھا۔ چھٹی ہوتے ہی وہ گھر پہنچا۔ بستہ ایک طرف رکھ کر سیدھا الماری کے پاس پہنچا اور وہاں سے ''سیرت مصطفیٰ ﷺ'' نامی کتاب نکالی اور جلدی سے ایک بہترین تقریر تیار کر کے دن رات مشق کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ وہ تقریر اس کے ذہن میں بیٹھ گئی۔

۹، ربیع الاول کو تقریری مقابلہ تھا۔ منصفین قلم تھام چکے تھے۔ مقابلہ شروع ہو کر اختتام کی طرف رواں دواں تھا۔ نقیب محفل گویا ہوئے:

''اب تشریف لا رہے ہیں ہمارے آخری مقرر اور نویں جماعت کے طالب علم محمد۔'' مائیک سنبھالتے ہی اس نے خطبہ پڑھا اور وہ بولا:

''وہ آئے تو آتے چلے گئے، بڑھے تو بڑھتے چلے گئے، چڑھے تو چڑھتے چلے گئے، چھائے تو چھاتے چلے گئے۔ میری مراد اسریٰ کے دولہا، امام الانبیا حضرت محمد ﷺ ہیں۔

سامعین کرام! شانِ مصطفیٰ ﷺ کیا ہے کہ پہلے انسان آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والا انسان جس کی تعریف کریں اسے محمد (ﷺ) کہتے ہیں۔

رب نے ایک گل دستہ سجایا، جس کے ایک پھول آدم علیہ السلام ہیں، ایک پھول نوح علیہ السلام ہیں، اسی طرح آخری پھول عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ الغرض، تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پھولوں کو بڑی ترتیب سے جوڑ دیا گیا اور اس گل دستے کا نام تجویز کیا جانے لگا تو......؎

کائنات حسن پھیلی تو لامحدود تھی
سمٹی تو تیرا نام بن کے رہ گئی

اس گل دستے کا نام رکھا محمد (ﷺ)۔ سارے نبیوں کو ایک ایک خوبی ملی، لیکن تمام خوبیوں کو جمع کر کے آپ ﷺ میں رکھ دیا گیا۔

سامعین ذی وقار! میرے نبی کی سیرت کا سمندر بہت وسیع ہے، جو بھی اس میں غوطہ لگائے گا وہ ڈوب جائے گا، لیکن اسے کنارہ نہ ملے گا۔ کسی شاعر

نے کیا خوب کہا ہے ؂

زندگیاں ختم ہوگئیں اور قلم ٹوٹ گئے
ان کے اوصاف کا اک باب مکمل نہ ہوا

میں اپنے آقا ﷺ کے اوصاف، اخلاق، کمالات، معجزات، ارشادات، اعمال، عبادات، ریاضت، مشقت، محبت، خدمت، شفقت، غرضے کہ کس کس خوبی پر روشنی ڈالوں۔ یہاں مصنفین دنگ رہ گئے، انسان تھک گئے اور اُن کی زلف عنبرین کا قصہ بھی تمام نہ ہوا۔

میرے روشن ضمیر صاحبو! میں ایسا نبی کہاں سے لاؤں جو اپنی امت کے ساتھ خدمت کے دوران میں خود لکڑیاں چُن کر لائے، جو بدلہ چکانے کے لیے عام آدمی کے سامنے اپنی پیٹھ ننگی کردے، جو بھوک کی وجہ سے دو دو پتھر پیٹ پر باندھ لے، جن کے چولھے میں دو دو ماہ تک آگ نہ جلے، جو اپنی تلوار کے نیچے آنے والے حملہ آور کو بھی معاف کردے، جو اپنے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی کو بھی معاف کردے، جو اپنے پرائے کا احساس کھائے۔ ذکی کیفی فرماتے ہیں: ؂

وہ آئے ہیں جہاں میں رحمت العالمین ہوکر
پناہِ بے کساں ہوکر، شفیع مذنبیں ہوکر
خرد کیا کرسکے گی ان کی رفعتوں کا اندازہ
فلک بھی رہ گیا جن کے لیے فرشِ زمیں ہوکر''

اس کے ساتھ ہی محمد کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اُس کی آواز رندھ گئی۔ سامعین پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

''سامعین محترم! آج ہم سوچیں کہ ہم نے ان کی کتنی اطاعت کی؟ اتنے مشفق نبی، جنھوں نے امت کے لیے ساری ساری رات روتے ہوئے گزار دی، ہم نے ان کی سنتوں کو ترک کیا اور اُن کی کھلم کھلا نافرمانی کی، جب کہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ان کے غلام ہیں۔ نہیں نہیں، حقیقت میں ہم نے انھیں ناراض کیا ہے ؂

محمد (ﷺ) کی غلامی دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اب آپ خود ہی بتائیں، ہم کس طرح ٹھہرے محبت کے دعوے دار! میرے قابلِ قدر جملہ احباب واساتذہ! آئیے! آج سے ہم پختہ عزم کریں کہ آپ ﷺ کی تمام سنتوں کو زندہ کریں گے، مٹی ہوئی سنتوں کو سینے سے لگائیں گے اور حقیقی عاشقِ رسول ﷺ بنیں گے، ورنہ کل کلاں کس منہ سے ان کا سامنا کرسکیں گے اور اُن سے شفاعت کی درخواست کریں گے ؂

اندازِ بیاں گرچہ شوخ نہیں ہے میرا
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

وما علینا الا البلاغ المبین۔''

سارے مجمع کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں تھا۔ پرنسپل صاحب آگے بڑھے اور بولے:

''دونوں جج صاحبان کے فیصلے کی روشنی میں آج کے انعام کے حق دار ٹھہرے ہیں محمد۔ انھوں نے حقیقت میں ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ سب سے پہلے تو ہم سب توبہ کرتے ہیں۔ اس کے لیے کون کون تیار ہے؟''

سبھی یک زبان ہوکر بولے:

''ہم سب!''

''اور آج کے بعد ہم سنتوں کو اپنانے کا عزم کرتے ہیں۔'' سب بولے:

''ان شاء اللہ!''

''اور آخر میں محمد کے لیے نقد انعام کے ساتھ ساتھ اسے اپنے خرچے پر عمرے پر بھیجنے کا اعلان کرتا ہوں۔'' یہ سنتے ہی سبھی محمد پر رشک کر رہے تھے اور محمد خوشی سے مچل رہا تھا کہ اس کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی تھی اور اُس کی زبان پر جاری تھا: ؂

مال و متاع اور نہ زر مانگتا ہوں
مدینے میں اب اپنا گھر مانگتا ہوں
محمد (ﷺ) کے روضے پہ کیا ہیں بہاریں
حرم میں ہمیشہ قمر مانگتا ہوں
یہ نعمان بیٹھا ہوا ہے طلب میں
میں بس اب بقیع میں قبر مانگتا ہوں

سوال آدھا جواب آدھا ۱۳

الطاف حسین ۔ کراچی

اس کھیل میں چند جملے ہیں، ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۳۱ اکتوبر تک ارسال کردیجیے، ہم آپ کو اس کا انعام روانہ کردیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو انعام سے نوازا جائے گا۔ کوپن پُر کرکے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ قرآن مجید کی منزل نمبر 4 میں ''سجدۂ تلاوت'' کی تعداد 4 ہے..... بتائیے منزل نمبر 5 میں کتنے ''سجدۂ تلاوت'' آتے ہیں؟

۲ خانہ کعبہ پر پہلی بار حضرت اسماعیل علیہ السلام نے غلاف چڑھایا تھا..... آپ یہ بتائیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ پر پہلی بار کب غلاف چڑھایا تھا؟

۳ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی فیاضی کی وجہ سے ''اُم المساکین'' کا لقب عطا فرمایا تھا.....
بتائیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابوالمساکین'' کا لقب کون سے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا تھا؟

۴ خلفائے راشدین کی تعداد 4 ہے..... بتائیے خلافتِ بنوامیہ میں کل کتنے خلفا تخت نشین ہوئے تھے؟

۵ ''قائداعظم محمد علی جناح کے چودہ نکات'' 28 مارچ 1929ء کو منظرِ عام پر آئے تھے..... بتائیے امریکی صدر وُڈرو وِلسن نے اپنے ''چودہ نکات'' کس تاریخ کو پیش کیے تھے؟

۶ ''کوہِ البرز'' ایران کے شمال میں واقع ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے، جس کے دامن میں ایران کا دارالحکومت تہران واقع ہے..... بتائیے ''کوہِ نور'' کہاں ہے؟

۷ اسلامی ملک نائیجر کی سرحدیں 7 ممالک (الجزائر، لیبیا، مالی، نائیجیریا، بینن، برکینا فاسو اور چاڈ) سے ملتی ہیں..... آپ یہ بتائیے، اسلامی ملک ''مالی'' کی سرحدیں کون سے 7 ممالک سے ملتی ہیں؟

۸ ویت نام کی کرنسی کا نام ''ڈانگ'' ہے..... بتائیے کہ نیپال کی کرنسی کو کیا کہا جاتا ہے؟

۹ پہلا ''فٹ بال ورلڈ کپ'' (منعقدہ روم۔ اٹلی 1934ء) اٹلی نے (چیکوسلواکیہ کو شکست دے کر) جیتا تھا..... بتائیے 1942ء کے ''فٹ بال ورلڈ کپ'' کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۱۰ ''آسمان سر پر اُٹھانا'' اردو زبان کا ایک محاورہ ہے، جس کا مطلب ہے ''بہت زیادہ شور مچانا''..... بتائیے ''آسمان ٹوٹنا'' کا کیا مطلب ہے؟

خالہ سکینہ کا گھر عثمانیہ کالونی میں گلی کے اک نکڑ پر تھا۔ پوری کالونی میں شان دار کوٹھیاں تھیں، بس انھی کا مکان سب سے پرانا اور چھوٹا تھا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ خاوند کو گزرے ہوئے بھی دس سال ہو گئے تھے۔ بس روکھی سوکھی کھا کر گزارا کر رہی تھیں۔

......☆......

عشا کی اذان جیسے ہی سنائی دی عظمت صاحب کی آواز گھر میں گونجی:

''عکاشہ بیٹا! چلو، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

''اچھا ابو جان! ابھی آیا۔''

عکاشہ کے کانوں میں جیسے ہی ابو جان کی آواز پڑی سارے کام چھوڑ کر چلا آیا۔ ''چلیں، ابو جی! چلتے ہیں۔''

ابھی گھر سے باہر نکلے ہی تھے کہ گلی میں قسما قسم کی بتیاں لگی ہوئی تھیں۔ اعلیٰ قسم کا چراغاں کیا گیا تھا۔ گلی میں مختلف رنگوں کی روشنیاں ماحول کو رنگین بنانے میں کوشاں تھیں۔ گلی سے نظر ہٹا کر عکاشہ نے گھروں کی طرف دیکھا تو تقریباً ہر گھر پر چراغاں تھا۔ چھوٹے چھوٹے بلبوں کی باریک لڑیاں رنگین روشنیاں بکھیر رہی تھیں۔

ہر گھر کی سجاوٹ پہلے والے گھر سے بہتر تھی۔ ان کی کالونی آج گویا جنت کا منظر پیش کر رہی تھی۔

اس ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اچانک عکاشہ کے ذہن میں ایک سوال آیا اور اُس نے ابو سے پوچھا:

''ابو جان! یہ اتنی بتیاں کیوں لگائی گئی ہیں؟ کیا کسی کی شادی ہے یا کوئی جلسہ ہے؟''

عظمت صاحب بولے: ''نہیں بیٹا! نہ کوئی شادی ہے نہ ہی کوئی جلسہ ہے۔ بیٹا! دو دن بعد بارہ ربیع الاول ہے، یہ سب سجاوٹ اسی لیے ہے۔ لوگ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر محبت و خوشی کے اظہار کے لیے یہ کرتے ہیں۔''

عکاشہ بہت غور سے دیکھ رہا تھا کہ کالونی کے سب چھوٹے بڑے سجاوٹ میں مگن تھے۔ عکاشہ اپنے ابو سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ وہ چلتے چلتے مسجد پہنچ گئے۔

عکاشہ کا ننھا سا ذہن ابھی بھی اپنے ابو کی باتوں میں کھویا ہوا تھا اور وہ ابھی بھی اپنے ذہن میں اٹھنے والے سوالات کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اُن کے جوابات کا منتظر تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر واپسی پر اُس نے دیکھا کہ لوگ ویسے ہی گلی کی سجاوٹ میں لگے ہوئے ہیں جیسے وہ انھیں دیکھ کر گیا تھا۔

عکاشہ چلتے چلتے ابو سے پوچھنے لگا:

''ابو جان! یہ لوگ جو گلی کی سجاوٹ کر کے اپنی محبت کا اظہار کر رہے ہیں، ابو جان! یہ نماز پڑھنے کیوں نہیں آئے؟

ہمارے استاد صاحب نے تو بتایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

''ابو جی اگر ہمیں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حقیقی محبت ہوتی تو ہم کبھی بھی اذان سننے کے بعد نماز نہ چھوڑتے۔'' عکاشہ نے بڑے پُر اثر لہجے میں یہ کہا تھا عظمت صاحب کے پاس اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

عظمت صاحب عکاشہ کی بات پر غور کر رہے تھے کہ انھیں پتا ہی نہ چلا کہ کب وہ گھر پہنچ گئے۔

عکاشہ، امی ابو کو خدا حافظ کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آج عکاشہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی، اس کے ذہن میں ابھی تک گلی کے مناظر گھوم رہے تھے اور ابو کی بات کان میں گونج رہی تھی کہ دو دن بعد بارہ ربیع الاول ہے اور یہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر کی خوشی اور محبت میں سجاوٹ کی جا رہی ہے۔ ایک نظر وہ گلی میں لگی لڑیاں اور قسما قسم کی روشنیاں بکھیرنے والے بلبوں کی طرف ڈالتا اور ایک نظر وہ اپنے محلے کی بے سہارا خالہ سکینہ کے گھر کی طرف دیکھا، جہاں بسا اوقات چولھا نہیں جلتا تھا۔

عکاشہ نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنایا اور اُسے عملی جامہ پہنانے کے لیے صبح کا انتظار کرنے لگا۔ آج کی رات اسے بہت بڑی لگ رہی تھی جو گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وقت جیسے رک سا گیا تھا۔ انھیں سوچوں میں اسے پتا ہی نہیں چلا کہ کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح اس کی آنکھ ابو جان کی آواز سے کھلی:

''عکاشہ بیٹا! اٹھو، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔'' وہ جلدی سے اٹھا اور ابو کے ساتھ نماز پڑھنے چل دیا۔

نماز سے فارغ ہو کر قاری صاحب سے قرآن مجید کا سبق پڑھا اور پھر سعد اور ثمامہ کو ساتھ لیے واپسی کا راستہ لیا۔ سعد اور ثمامہ اس کے ہم جماعت اور دوست تھے۔

عکاشہ بولا:

''ہاں بھئی دوستو! پھر بارہ ربیع الاول پر کیا پروگرام ہے؟'' اس کی بات سن کر ثمامہ فوراً بولا:

''عکاشہ بھائی! ہم ایسی سجاوٹ کریں گے کہ پوری کالونی میں ایسی کسی نے نہیں کی ہو گی۔'' سعد بھلا کب چپ رہنے والا تھا، بولا: ''نہیں جی، میرے ابو جو بتیاں لاتے کا کہہ رہے ہیں اس جیسی پوری کالونی میں کہیں بھی نہیں لگی ہوئیں۔''

عکاشہ بہت غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا اور اُسے ان کی باتوں پر سر ہلا رہا تھا۔

''عکاشہ! تم نے نہیں بتایا کہ تم نے کیسی تیاری کی میلاد النبی ﷺ کی؟'' سعد نے اچانک اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہمیں تو صرف ایک دن نہیں، بل کہ زندگی کے ہر لمحے میں آقا کا میلاد منانا چاہیے اور ہماری زندگی کا کوئی کام ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے اللہ اور اُس رسول اکرم ﷺ ناراض ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' سعد اور ثمامہ، دونوں ایک ساتھ بولے۔ عکاشہ نے کہا:

''تم دونوں نے اور سجاوٹ کے لیے جو رقم جمع کی ہے وہ عصر کے بعد پارک میں لے آنا، آگے کی بات میں وہیں آ کر بتاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے عکاشہ بھائی!'' دونوں نے یک زبان ہو کر کہا اور سلام کر کے اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

عصر کی نماز پڑھ کر عکاشہ جب پارک کے پاس پہنچا، وہ دونوں پہلے ہی سے موجود وہاں تھے۔ اسے آتا دیکھ کر وہ اس کے قریب آ گئے۔

''اب بتائیں، کیا کرنا ہے ان پیسوں کا؟ آپ کے ذہن میں کیا منصوبہ ہے؟'' وہ جلدی جلدی بولے۔

عکاشہ قریب پڑے بینچ کی طرف بڑھا اور اُن دونوں کو بھی بیٹھنے کا کہا۔

بیٹھنے کے بعد عکاشہ نے بات شروع کی:

''دوستو! ہمیں تو اس دن عبادت زیادہ کرنی چاہیے، درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے، غریبوں کی مدد کرنی چاہیے اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں کو زندہ کرنا چاہیے، لائٹیں تو ہم ہر سال ہی لگاتے ہیں۔

کیوں سعد! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا!'' عکاشہ کی باتیں وہ دونوں بہت غور سے سن رہے تھے۔ دونوں نے ہاں میں سر ہلایا اور پوچھا:

''اب ہم کیا کریں؟ آگے کا منصوبہ کیا ہے؟''

"آگے ہم یہ کریں گے کہ ہماری کالونی میں جو سب سے غریب ہے اس کی مدد کریں گے، اس سے سنت پر عمل بھی ہو جائے گا، اس غریب کی مدد بھی ہو جائے گی اور ہمارے پیسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائیں گے۔"

"ہاں عکاشہ بھائی! آپ نے ٹھیک کہا۔" سعد نے فوراً عکاشہ کی تائید کی۔

"ہمارے محلے میں خالہ سکینہ سے زیادہ میری نظر میں کوئی غریب نہیں ہے۔" ثمامہ بولا۔

"ہاں میں بھی انھی کا سوچ رہا تھا۔ چلو اپنی اپنی رقم جو لے کر آئے ہو، جمع کرتے ہیں اور مارکیٹ سے کچھ خرید کر انھیں دے آتے ہیں۔" عکاشہ نے کہا۔

مغرب کی اذان ہو رہی تھی جب وہ مارکیٹ سے واپس لوٹے۔ نماز سے فارغ ہو کر تینوں خالہ سکینہ کے گھر کی طرف چل دیے۔

دستک سن کر خالہ سکینہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دروازے تک پہنچیں۔ سوراخ سے باہر جھانکا تو عکاشہ اور اُس کے دونوں دوست، سعد اور ثمامہ دروازہ کھلنے کے انتظار میں کھڑے تھے اور انھوں نے ہاتھوں میں بڑے بڑے شاپنگ بیگ اٹھا رکھے تھے۔ خالہ سکینہ نے دروازہ کھول دیا اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز سے کہا:

"بیٹا! آآ۔۔۔ آجاؤوو، یہ تمھارااا اپنا ہی گھر ہے۔" وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔ تینوں نے داخل ہوتے ہی سلام کیا اور تھیلے بڑھاتے ہوئے کہا:

"خالہ جی! یہ چھوٹا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول کر لیں۔" سکینہ بی بی کچھ دیر انھیں یوں ہی دیکھتی رہیں، پھر تھیلے لے کر ایک طرف رکھ دیے اور آنکھوں میں آنسو لیے بولیں: "بیٹا! یہ چھوٹا نہیں، بہت بڑا تحفہ ہے۔

یہ سب تم کس لیے لے کر آئے ہو؟" خالہ سکینہ کا سوال سن کر سعد بولا:

"اماں جی! اس ماہ آپ ﷺ کی ولادت کا دن ہے، اس لیے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم اس ماہ سے آپ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کریں گے اور ہر وہ کام کریں گے جس سے ہمارے پیارے آقا ﷺ خوش ہوئے اور ہر وہ کام چھوڑ دیں گے جس سے ہمارے پیارے آقا ﷺ ناراض ہوئے۔

اسی لیے ہم نے آپ کی مدد کی، کیوں کہ ہمارے پیارے نبی، رحمتِ دو عالم حضرت محمد ﷺ بھی غریبوں کی مدد کیا کرتے تھے۔"

خالہ سکینہ اپنی جگہ پتھر بنی کھڑی تھیں، مگر اُن کے موم دل کے آنسو آنکھوں سے بہتے ہوئے ان کے جھریوں بھرے چہرے کو تر کر رہے تھے۔

"بیٹا! اللہ تمھیں ہمیشہ خوش رکھے اور تمھارے اس عمل کو قبول کرے۔" خالہ سکینہ بس اتنے ہی الفاظ کہہ پائی تھیں۔ ان کے منہ سے اب ہچکیاں اور آنکھوں سے جاری آنسو تھے۔

عکاشہ، سعد اور ثمامہ کو ساتھ لیے خالہ سکینہ کو سلام کر کے نکل آیا۔

"عکاشہ بھائی! آج مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے، کبھی بھی اتنی خوشی نہیں ملی، حالاں کہ ہر سال ہمارے گھر کی سجاوٹ سب سے اچھی ہوتی ہے۔" سعد کی بات سن کر عکاشہ نے اس کے چہرے پہ نظر ڈالی، جہاں واقعی خوشی ہی خوشی تھی۔

سعد کی بات سن کر ثمامہ بولا:

"خوشی تو ملے گی ہی، ہم نے اپنے پیارے آقا ﷺ کی سنت پر عمل جو کیا ہے۔ اب ہم صرف ربیع الاول ہی میں نہیں، بل کہ پوری زندگی اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کر کے ان کے ساتھ حقیقی محبت کا ثبوت دیں گے۔"

عکاشہ دونوں کی باتیں سن کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ وہ دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"آؤ، ہم عہد کریں کہ جو ہم سے سنت کے خلاف کام ہوئے ان پر اپنے خدا سے معافی مانگیں گے اور اب پوری زندگی آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر گزاریں گے۔"

"ان شاء اللہ!" دونوں نے یک زباں کہا اور سب اپنے اپنے گھر کو چل دیے۔

سوال آدھا، جواب آدھا 15 کے درست جوابات

1. سورۂ فتح، سورۂ جن، سورۂ دہر اور سورۂ شمس۔
2. حضرت ادریس علیہ السلام۔
3. پچاس ہزار نمازوں کے برابر۔
4. حضرت خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
5. ایامِ حج میں احرام اتارنے کے بعد حاجیوں کا بال کتروانے کا عمل "تقصیر" کہلاتا ہے۔
6. خطوط کا یہ مجموعہ بھی مرزا اسد اللہ خان غالب کا تحریر کردہ ہے۔
7. مغربی افریقہ۔
8. آئرن سلفیٹ۔
9. 454 گرام۔
10. اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرنا ہی اچھا ہوتا ہے۔

چھت کا بھوت

عشرت زاہد۔ کراچی

''ببلو! ببلو! بس کرو اب۔ دیکھو، مغرب ہونے والی ہے۔ جلدی سے نیچے آ جاؤ۔''

''بس اماں! آ رہا ہوں نا! رک جائیں تھوڑی دیر۔''

''تم آتے ہو یا بابا کو بھیجوں؟''

''اماں! بس وہ لال والی گڈی کٹنے ہی والی ہے۔ یہ پیچ دیکھ لوں، پھر آتا ہوں۔''

''یا اللہ! میں اس لڑکے کا کیا کروں۔ پتنگ کا تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ نہ دھوپ دیکھتا ہے نہ شام۔ اس کا بس چلے تو رات کو بھی اوپر چھت پر ہی بیٹھا رہے۔'' اماں بڑبڑانے لگیں۔

اتنے میں اوپر سے ایک دم ببلو کے چیخنے کی آوازیں آئی: ''بو کاٹا!''

اور ببلو دھڑ دھڑ کرتا ہوا سیڑھیوں سے چھلانگ لگاتا نیچے آ گیا۔

''شاباش بیٹا! بہت جلدی آ گئے نیچے۔ جاؤ، جا کر اچھی طرح منہ ہاتھ دھولو اور وضو کر کے مغرب کی نماز پڑھ لو۔''

''جی اماں!'' ببلو نے فرماں برداری سے کہا، کیوں کہ اس وقت اماں بہت غصے میں تھیں۔ اگر تھوڑی سی بھی دیر کرتا تو بابا سے شکایت ہو جاتی۔

ببلو اپنے بابا سے بہت ڈرتا تھا۔ اماں سے بھی ڈرتا تھا، مگر تھوڑا بہت لاڈ بھی کر والیتا تھا۔ ببلو کو پتنگوں کا بہت شوق تھا۔ اسے آسمان میں اڑنے والی رنگ برنگی پتنگیں بہت اچھی لگتی تھیں، مگر پتنگ بازی کے لیے بابا کی اجازت نہیں تھی، کیوں کہ بابا کہتے تھے کہ پتنگ بازی کے چکر میں پڑھائی کا بھی نقصان ہوتا ہے اور کوئی حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ اکثر بچے چھت سے بھی گر جاتے ہیں، اس لیے ببلو صرف پتنگوں کو دیکھ کر ہی اپنا شوق پورا کر لیتا اور کبھی کبھی چھت پر کوئی پتنگ کٹ کر آ جاتی تو سنبھال کر رکھ لیتا اور چپکے چپکے تھوڑی سی کوشش اسے اڑانے کی بھی کر لیتا، مگر یہ ضرور خیال رکھتا کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

اس دن اماں، بابا کسی کام سے گئے ہوئے تھے اور ببلو گھر پر ہی تھا۔ بابا نے چاچو کو تاکید سے کہا تھا کہ اسے اکیلے اوپر مت جانے دیں۔

چاچو نے ہلو کے ساتھ کچھ دیر کرکٹ کھیلا، پھر اُسے ہوم ورک کروایا۔ اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی۔ چاچو نے اسے ساتھ لے کر نماز پڑھی، پھر وہ اپنا دفتری کام لے کر بیٹھ گئے۔

چاچو نے ہلو کو سخت تاکید کی کہ چھت پر نہیں جانا، بل کہ سیڑھی پر بھی مت جانا۔ وہاں مغرب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے۔ ویسے تو ہلو ڈرپوک نہیں تھا، مگر اندھیرے میں ڈر جاتا تھا۔

جیسے ہی چاچو مصروف ہوئے ہلو آہستہ سے باہر کی طرف کھسکا اور چھت کی طرف جانے والی سیڑھی کی طرف آیا اور دبے پاؤں اوپر چڑھنے لگا۔ اس نے بتی نہیں جلائی تھی، کیوں کہ اس طرح چاچو کو پتا چل جاتا، مگر یہ کیا......

سیڑھی پر تو اندھیرا تھا، لیکن چھت سے جو تھوڑی روشنی آرہی تھی اس میں ہلو نے دیکھا کہ ایک پتنگ کا سایہ ہل رہا اور وہ ہوا میں اس طرح ہلکورے لے رہی ہے جیسے کوئی اسے اڑا رہا ہو۔ یہ دیکھ کر تو ہلو کی جان ہی نکل گئی۔

''یہ کون ہے؟ چھت پر تو کوئی بھی نہیں تھا۔''

اب حالت یہ تھی کہ ہلو آدھی سیڑھیاں چڑھ چکا تھا۔ وہ جہاں کھڑا تھا، وہاں پر بھی اندھیرا تھا، پھر بھی اس نے ہمت کر کے آواز لگائی: ''کک......کک......کون ہے اوپر؟''

لیکن جواب ندارد۔

ڈر کے مارے آواز بھی حلق میں پھنسنے لگی، پھر بھی ہمت کر کے اس نے ایک بار پھر آواز لگائی:

''جواب دو، کون ہے وہاں؟''

مگر اَب بھی اوپر سے کوئی جواب نہیں آیا۔

اب خوف سے ہلو کی ٹانگیں ہلکے ہلکے کانپنے لگیں۔ پتنگ اب بھی اسی طرح اڑ رہی تھی۔ اس کے کاغذ کی سرسراہٹ بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ اچانک پتنگ گول گول چکر کھانے لگی اور دیوار سے ٹکرانے کی وجہ سے کھٹ کھٹ کا شور بھی ہونے لگا۔

ہلو کی ٹانگوں سے تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ اس نے وہیں سے نیچے چھلانگ لگا دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا۔

''آ آ......آ و......''

اس کے منہ سے کراہ نکلی۔

''چاچو! چاچو!'' اس نے آواز لگائی۔ چاچو بھی یہ دھماکا (گرنے کی آواز) سن چکے تھے۔

وہ دوڑتے ہوئے آئے، دیکھا کہ ہلو بے چارہ زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ساتھ ہی گھٹنے سہلا رہا ہے۔

''کیا ہوا؟''

گھٹنے میں درد اور خوف کی شدت کی وجہ سے وہ کچھ بول نہیں پایا۔ بس چاچو کو پکڑ کر لایا اور اوپر کی طرف اشارہ کیا۔

چاچو نے دیکھا تو حیرت سے کہنے لگے:

''ارے یہ کون ہے؟ اوپر تو کوئی بھی نہیں تھا!'' وہ اوپر جانے لگے تو ہلو نے ڈر کر اُن کا ہاتھ پکڑ لیا۔

چاچو! نہیں جائیں۔ وہ......وہ......ب......بب......بھوت ہوگا وہاں پر۔''

''چھوڑو، میں دیکھتا ہوں کون سا بھوت ہے۔''

یہ کہتے ہوئے وہ دو دو سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے بجلی کی تیزی سے اوپر غائب ہوگئے۔

خوف زدہ ہلو وہیں پر سہما ہوا کھڑا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب چاچو کی چیخ سنائی دے گی۔ اس کی زبان پر آیت الکرسی جاری تھی۔

لیکن یہ کیا! اسے اپنے چاچو کی زور زور سے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔ پہلے تو وہ پریشان ہوگیا، مگر پھر ہمت کر کے جب چھت پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ......

کہیں سے ایک پتنگ کٹ کر آئی ہوئی تھی اور اُس کی ڈور پانی کی ٹنکی کے پائپ میں پھنسی ہوئی تھی اور تیز ہوا چلنے کی وجہ سے پتنگ خود بخود اُڑ رہی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی باقاعدہ اڑا رہا ہو۔

''یہ رہا چھت کا بھوت! ہاہاہا!''

یہ دیکھ کر ہلو بھی خوب ہنسنے لگا۔

مگر پھر فوراً ہی بلبلا کر چیخنے لگا۔

چاچو نے اس کا کان پکڑ کر مروڑا تھا۔

''اچھا یہ تو بتائیں ذرا! آپ یہاں کیا کر رہے تھے جناب!؟ آپ کو تو میں نے پڑھنے کے لیے بٹھایا تھا۔''

اور پھر دونوں چھت کا بھوت، یعنی پتنگ ہاتھ میں پکڑ کر ہنستے ہوئے نیچے اتر آئے۔

نئے لکھاری

قانون کی پاس داری

محمد حذیفہ آصف۔ کراچی

''ارے یہ کیا! تم نے بائیک چلاتے چلاتے بائیک کیوں روک دی؟'' فرحان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''میں کیا کروں؟ سامنے سگنل پر سُرخ بتی جل رہی ہے۔'' عثمان مسکرایا۔

''وہ تو مجھے بھی نظر آرہی ہے، مگر اتنی رات گئے یہاں کون سی گاڑیاں چل رہی ہیں جو تم رک گئے؟''

فرحان نے پہلے سے بھی زیادہ حیران ہو کر کہا۔

فرحان اور عثمان، دونوں چچازاد بھائی تھے۔ ایک ساتھ رہتے تھے، اس لیے ان کی آپس میں گہری دوستی تھی۔ اس وقت وہ اپنے ہم جماعت شیراز کی شادی سے واپس آرہے تھے۔ وہاں کافی تاخیر ہوگئی تھی۔

جب ان کی واپسی ہوئی تو رات کے دو بج رہے تھے۔

اب انھیں گھر پہنچنے کی جلدی تھی، اس لیے عثمان انتہائی تیز رفتاری سے بائیک چلا کر رہا تھا۔ اب جو اُس نے بائیک روکی تو فرحان حیران رہ گیا۔

''بتاؤ نا یار! کیوں رک گئے ہو؟ دیر ہو رہی ہے۔'' فرحان اب حیرت کے بجائے اُلجھن کا شکار ہو گیا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ......'' عثمان ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا۔

''یہ ملک پاکستان ہمارے لیے ایک بہت بڑی نعمتِ خداوندی ہے۔ اس میں جتنے بھی جائز قوانین لاگو ہیں ان پر عمل پیرا ہونا واجب کے درجے میں ہے، مگر افسوس! ہمارے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔''

عثمان سانس لینے کے لیے رکا تو فرحان کو موقع مل گیا، وہ فوراً بولا:

''تمھارے اس وقت یہاں سگنل توڑنے سے کون سی قانون شکنی ہوگی؟ دور دُور تک تو کسی چیز کا نام و نشان نہیں۔''

''یہی تو میں تمھیں سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ ہم ان چیزوں کو کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ ہر شخص یہ سوچ کر قوانین کو پامال کرتا چلا جاتا ہے کہ جب اور لوگ قوانین کی پاس داری نہیں کرتے تو میں کیوں کروں، حالاں کہ اگر ہر شخص یہ سوچ کر قوانین کی پاس داری کرے کہ اسے دیکھ کر اور لوگ بھی عمل کریں گے تو معاشرے میں کتنا نکھار آجائے اور ملک کتنا سنور جائے۔ اچھا ایک بات تو بتاؤ؟'' عثمان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اگر میں سرخ بتی جلتے ہوئے دیکھ کر بھی یہ سوچ کر نہ رُکتا کہ اس وقت یہاں کوئی بھی نہیں ہے، لیکن خدانخواستہ دائیں یا بائیں طرف سے کوئی گاڑی آجاتی اور اُس کا ڈرائیور سبز بتی دیکھ کر نہ رکتا اور حادثہ ہو جاتا تو بتاؤ قصوروار کون ہوتا؟''

فرحان شرمندہ ہوگیا، اس کے پاس کہنے کو اب کچھ نہیں بچا تھا۔ عثمان اسے شرمندگی سے بچاتے ہوئے بولا:

''ارے یار! ہم باتوں میں لگ گئے، ادھر سبز بتی کب سے جل رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے بائیک آگے بڑھا دی۔

جانوروں سے حسن سلوک

حسن آرا۔ ملک وال

عدن اور ایمان، دونوں بہن بھائی تھے۔ وہ دونوں اکٹھے اسکول پڑھنے جاتے تھے۔ ایمان آٹھ سال کی تھی، جب کہ اس کا بھائی عدن پانچ سال کا تھا۔ ایمان چوتھی جماعت میں تھی اور عدن دوسری جماعت

میں تھا۔ انھیں دادی اماں سے کہانیاں سننے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ان کی دادی اماں انھیں روز کہانی ہی کہانی میں کوئی ایک اچھی بات بتاتی تھیں، جس پر وہ دونوں عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے، کیوں کہ یہ بھی انھیں دادی اماں نے بتایا تھا کہ اچھے بچے اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور بری باتوں سے بچتے ہیں۔ ان کی اچھی تربیت کی وجہ سے ان میں اچھی عادتیں پیدا ہو رہی تھیں۔ آج ان کی دادی اماں نے انھیں پرندوں اور جانوروں کا خیال رکھنے کے بارے میں بتایا:

''دیکھو بچو! جس طرح ہم ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں پرندوں اور جانوروں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔'' دادی جان نے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''دادی جان! ہمیں پرندوں اور جانوروں کا خیال کیسے رکھنا چاہیے؟'' عدن نے پوچھا۔

''ایک تو ہمیں پرندوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ ہمیں انھیں دانہ اور پانی ڈالتے رہنا چاہیے۔ جیسا کہ آج کل گرمی بہت زیادہ ہے اور جس طرح ہمیں گرمی میں پیاس زیادہ لگتی ہے، اسی طرح پرندوں اور جانوروں کو بھی زیادہ پیاس لگتی ہے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ روز چھتوں پر دانہ اور پانی رکھیں۔'' دادی جان نے عدن کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

''جی دادی جان! ہم اسے اپنی عادت بنائیں گے اور پرندوں سے دوستی کریں گے۔'' ایمان نے خوشی سے پُرجوش آواز میں کہا۔ اس کے بعد وہ روز یہ کام کرتے، جسے کر کے وہ خوشی محسوس کرتے۔

ایک دن اسکول سے واپسی پر انھوں نے سڑک پر ایک پیاسا کتا دیکھا۔ وہ پیاس کی شدت کے باعث بار بار زبان باہر نکال رہا تھا۔ وہاں قریب پانی نہیں تھا۔ ایمان نے لپکتے سے اپنی پانی کی بوتل نکالی اور پاس پڑے ایک مٹی کے خالی برتن میں پانی ڈال دیا۔ کتا پانی پی کر پُرسکون ہوگیا اور اُن دونوں کو شکر گزار نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

پیارے بچو آپ بھی اس اچھی عادت کو اپنا کر ایک اچھا کام شروع کر سکتے ہیں، ایسے کاموں سے اللہ پاک بھی خوش ہوتے ہیں۔

ذوقِ معلومات ۵۷

ابوغازی محمد۔ کراچی

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ ان اشارات کے ذریعے جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اپنی معلومات کا انعام ہم سے پائیے۔ آپ کا جواب ۳۱، اکتوبر تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

یہ کون ہیں؟

۱ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردادا کا نام ہاشم ہے۔

۲ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتبِ وحی ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ رملہ (ام حبیبہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین ہیں۔

۳ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۶۰ ہجری میں وفات پائی۔

۴ آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: ''اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے ہدایت دے۔'' اور فرمایا: اے اللہ! اسے کتاب سکھا، حساب سکھا اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

۵ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۹ سال تک ۶۴ لاکھ، ۶۵ ہزار مربع میل پر حکمران رہے، جو اس زمانے کے حساب سے آدھی دنیا سے زیادہ بنتا ہے۔

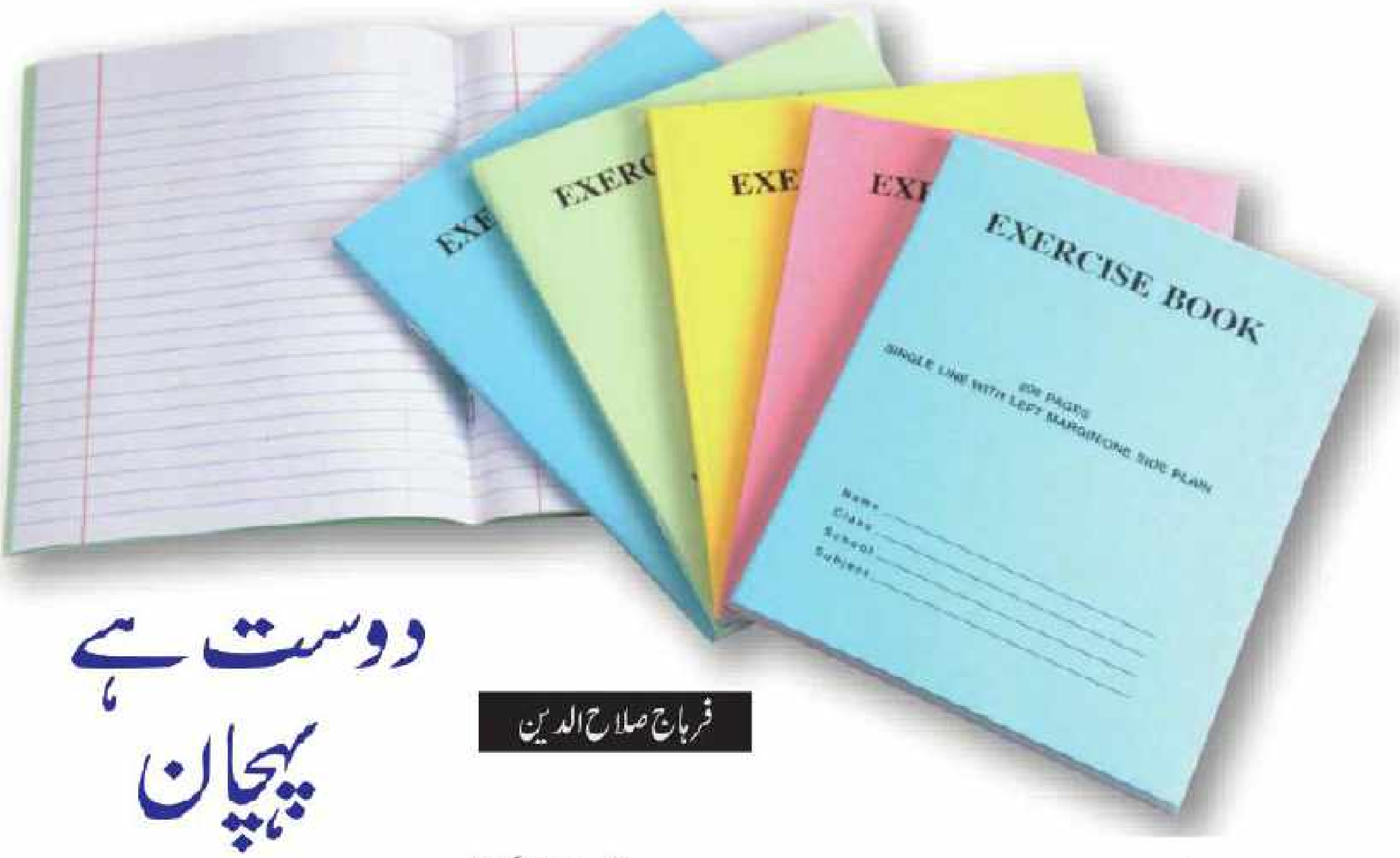

دوست ہے پہچان

فرحاج صلاح الدین

"امی! امی! بہت بھوک لگ رہی ہے آج؟"

معاویہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی شور مچانا شروع کر دیا۔

"کیوں بیٹا! آج اسکول میں لنچ نہیں کھایا تھا؟"

"جی کھایا تھا، بل کہ اپنے دوست کو بھی کھلایا تھا۔"

معاویہ نے جلدی جلدی اپنے اسکول کا بستہ اور جوتے ان کی مخصوص جگہ پر رکھے اور کپڑے بدلنے کے لیے غسل خانے میں چلا گیا۔ امی جان باورچی خانے سے اس کی یہ عجلت اور کھانے کی بے تابی دیکھ کر زیرِ لب مسکرا رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد معاویہ اسکول کا یونی فارم بدل کر آ گیا۔ اتنے میں اس کی امی کھانا تیار کر کے لا چکی تھیں۔ معاویہ کی امی اس کے آنے سے پہلے کھانا تیار رکھتی ہیں۔

"امی! آج نا اسکول میں بہت مزہ آیا۔"

"اچھا! کیا مزہ آیا؟"

"آج اردو کے ماسٹر صاحب نے نا بغیر بتائے (سرپرائز) ٹیسٹ لے لیا۔ مجھے الحمدللہ! سب یاد تھا نا! اس لیے میرے پورے نمبر آئے۔"

"ماشاء اللہ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"اور نا! وہ میرا دوست ہے نا عکاشہ!؟" معاویہ نوالے بنا بنا کر کھاتا بھی کھار ہا تھا اور باتیں بھی کرتے جا رہا تھا۔

"کیا ہوا عکاشہ کو؟"

"وہ نا! آج اپنا لنچ ہی گھر بھول آیا تھا تو میں نے نا اسے اپنے ساتھ لنچ میں شریک کر لیا۔" معاویہ کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح مستقل بولے جا رہا تھا۔

"یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ اب تم آرام سے کھانا کھا لو، پھر میں تم سے اسکول کے پورے دن کی داستان سنوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ! ٹھیک ہے!؟"

معاویہ کی دو بہنیں نزہت اور زینت ابھی اسکول سے واپس نہیں آئی تھیں، اس لیے اس کی امی اس کے پاس بیٹھی اسے کھانے کھاتے دیکھ رہی تھیں۔

معاویہ کھانا کھا کر ظہر کی نماز پڑھ کر سو گیا۔ شام کو جب وہ اسکول کا کام کرنے بیٹھا تو اس نے اپنی امی سے فرمائش کی:

"امی مجھے اردو، ریاضی اور انگریزی کی موٹی والی کاپیاں چاہییں۔"

"بیٹا! ابھی تو آپ کو نئی کاپیاں اور قلم دلوائے تھے!"

"وہ، میری درس گاہ میں سب کے پاس موٹی موٹی کاپیاں ہیں، مجھے بھی موٹی والی کاپی چاہیے۔" معاویہ نے ضد کی۔

اسکول کا نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے تو جہاں بچوں کو اس بات کی خوشی ہوتی ہے کہ انھیں نئی کتابیں، کاپیاں، بستے، جوتے اور یونی فارم ملے گا، وہیں والدین کو اس بات کی فکر لگ جاتی ہے کہ محدود تنخواہ میں اسکول کی

سب چیزیں کس طرح خرید کر بچوں کو دی جائیں۔ یہ سب معاویہ کے والدین کے ساتھ بھی ہوا۔ ان کے تین بچے اسکول میں پڑھتے تھے۔ نئے تعلیمی سال کی سالانہ فیس، ماہانہ فیس اور پڑھائی کے نئے نئے اخراجات پورا کرنا ان کے لیے دن بدن مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے ہی کسی سے اُدھار لے کر معاویہ کے ابو نے تینوں بچوں کو اسکول کا نیا کورس دلایا تھا اور رقم کم پڑنے کی وجہ سے کاپیاں ۳۰۰ صفحات کے بجائے ۱۰۰ صفحات کی لی تھیں۔

معاویہ کا منہ بنا دیکھ کر امی بولیں:

''بیٹا! رات کو آپ کے ابو آئیں گے تو بات کروں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ!''

امی کا جواب سن کر ابوبکر مطمئن ہو گیا اور باہر کھیلنے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب وہ گھر واپس آیا تو امی نے محسوس کیا کہ باہر اُسے کوئی موٹر سائیکل پر چھوڑنے آیا ہے۔ وہ اسے اپنا وہم سمجھیں۔ رات کو ابو آئے تو اُنھوں نے کہا:

''وہ...... معاویہ کہہ رہا تھا کہ اسے موٹی کاپیاں چاہییں۔''

''مگر ابھی تو اسے کاپیاں دلوائی تھیں؟'' ابو حیرت سے بولے۔

''ہاں، لیکن اس کے اسکول میں پڑھائی زیادہ ہوتی ہے تو زیادہ صفحات کی کاپیاں ہونی چاہییں۔'' امی نے ابوبکر کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

امی کی بات سن کر ابو پریشان ہو گئے۔ وہ پہلے ہی قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے اور دفتر کی نوکری میں سفید پوشی کے ساتھ گزر بسر ہو رہی تھی، لیکن وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے بچوں کو پڑھائی کے معاملے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہو، وہ کہنے لگے:

''میں دیکھتا ہوں کچھ ہو سکا تو، اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔''

''ان شاء اللہ تعالیٰ!'' امی نے مسرت سے کہا۔

معاویہ نے کچھ دنوں بعد امی سے دوبارہ موٹی کاپیوں کا اصرار کیا۔ امی نے اسے تسلی دی، لیکن وہ بھی جانتی تھیں کہ جو قرض لے رکھا ہے پہلے اس کی ادائیگی کرنی ہے، اس لیے اتنی جلدی ابو کے لیے بندوبست کرنا آسان نہیں ہوگا۔

......☆......

معاویہ گھر میں بیٹھا اپنا اسکول کا ہوم ورک کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ امی نے دروازے کی اوٹ سے دیکھا تو ایک بچہ کسی بڑے آدمی کے ساتھ موٹر سائیکل پر آیا تھا۔ اُس بچے نے دروازے کے باہر سے آواز لگائی:

''معاویہ! معاویہ! چلو کھیلنے چلتے ہیں۔''

آواز سن کر معاویہ سمجھ گیا کہ یہ اس کا نیا دوست ایاز ہے۔ معاویہ دوڑتا ہوا گیا اور ایاز کو گھر کے اندر لے آیا۔

''امی! یہ میرا نیا دوست ہے، ایاز۔''

امی، ایاز کو غور سے دیکھ رہی تھیں، جس نے گھر میں آتے ہوئے نہ امی کو سلام کیا اور نہ ہی اس میں کوئی ادب نظر آیا۔

ایاز سیدھا معاویہ کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا اور اُس کی کاپیوں کو دیکھ کر طنزیہ انداز میں کہنے لگا:

''یہ تمھاری کاپیاں اتنی پتلی پتلی کیوں ہیں؟''

اُس کا اس طرح سوال کرنا امی کو بُرا لگا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ معاویہ کو کاپیوں کے معاملے میں اپنے دوست کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔

''اور کتنا پڑھو گے، آؤ، باہر کھیلنے چلتے ہیں، میرے ماموں کے بیٹے طارق بھائی بھی آئے ہیں موٹر سائیکل لے کر۔''

ایاز نے معاویہ کی کاپیاں ایک طرف سمیٹتے ہوئے کہا۔

امی حیرت سے ایاز کی باتیں سن رہی تھیں اور اُس کی تربیت کا اندازہ لگا رہی تھیں۔

''نہیں، آج نہیں، ابھی تو میرا بہت سارا ہوم ورک باقی ہے۔'' معاویہ نے باہر جانے سے منع کر دیا۔

''تو پھر تم پڑھتے رہو، میں تو جا رہا ہوں طارق بھائی کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھومنے۔''

''ایاز وہاں سے اُٹھا اور معاویہ کے گھر کا جائزہ لیتے ہوئے باہر چلا گیا۔

امی اس کے جاتے ہی بولیں:

''بیٹا! مجھے آپ کا یہ نیا دوست بالکل بھی اچھا نہیں لگا۔''

''نہیں امی! وہ تو بہت اچھا ہے، مجھے روز شام کو موٹر سائیکل پر گھمانے لے کر جاتا ہے اور آئس کریم بھی کھلاتا ہے، وہ بہت امیر ہے امی!''

چولھے پر دودھ اُبلنے کے لیے رکھا ہوا تھا، امی کو یاد آیا تو وہ چولھا بند

کرنے کے لیے باورچی خانے میں چلی گئیں، لیکن ان کا ذہن ایاز کی باتوں میں اُلجھا ہوا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کے بیٹے کی دوستی کسی خراب لڑکے سے ہو، جس کی صحبت سے ان کا بیٹا بھی بگڑ جائے۔

بہت کوشش کے باوجود معاویہ کے ابو اُسے ۳۰۰ صفحات کی کاپیاں نہیں دلوا سکے۔ ابوبکر نے کچھ دن تک اصرار کیا، لیکن پھر وہ بھی خاموش ہوگیا۔ ایک دن وہ شام کو گھر میں بیٹھا اسکول کا کام کرنے میں مگن تھا کہ امی کی نظر موٹی کاپی پر پڑی۔

''بیٹا! یہ کاپی آپ کے پاس کہاں سے آئی؟''

''امی! یہ کاپی مجھے میرے دوست ایاز نے دلوائی ہے۔'' معاویہ جھٹ سے بولا۔

''ایاز نے!؟'' امی جو پہلے ہی ایاز کی دوستی کی وجہ سے فکر مند تھیں، حیرانی سے بولیں۔

''جی امی! اُس نے کہا کہ وہ مجھے اور بھی کاپیاں اور قلم دلوادے گا۔'' معاویہ کاپی ملنے پر بہت خوش نظر آرہا تھا۔ اُس نے ساری بات امی کو بلا جھجک بتادی۔

''لیکن! وہ آپ کو یہ چیزیں کیوں دلوا رہا ہے، اس کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے؟''

اس کا جواب معاویہ نہیں دے سکا، لیکن امی کو جس بات کا ڈر تھا، وہی ہوا۔ ایاز اور اُس کے ماموں کے بیٹے معاویہ کی خواہشات پوری کرکے اسے اپنے جال میں جکڑ رہے تھے۔ امی نے ابوبکر سے مزید سوالات کیے، تاکہ تفصیلات جان سکیں۔

ابوبکر نے ایاز کے متعلق ساری باتیں امی کو بتادیں۔ امی کو معلوم ہوگیا کہ ایاز محلے میں نیا آیا ہے۔ وہ بُری عادتوں کا مالک ہے۔ طارق جیسے بڑے لڑکوں کے ساتھ گھومتا ہے، وہ نئے نئے دوست بناتا ہے، ان پر پیسے خرچ کرتا ہے اور اُنھیں چیزوں کا لالچ دیتا ہے۔

''بیٹا! میری باتیں دھیان سے سننا۔'' امی نے محبت سے معاویہ کو اپنے پاس بلا کر کہا۔

''آپ اپنے دوست ایاز سے دوستی ختم کردیں۔''

''وہ کیوں امی!؟'' ابوبکر نے پوچھا۔

''پہلی بات یہ کہ جب وہ ہمارے گھر آیا تھا تو اُس نے مجھے سلام نہیں کیا تھا، اس سے پتا چلا کہ وہ بڑوں کا ادب نہیں کرتا، پھر اُس نے آپ کو پڑھنے سے منع کیا۔ اس کا مطلب یہ کہ وہ خود بھی پڑھائی کا شوق نہیں رکھتا اور آپ کو بھی پڑھائی سے ہٹانا چاہتا ہے۔''

معاویہ غور سے امی کی باتیں سن رہا تھا۔ چوں کہ وہ خود بھی پڑھنے کا شوقین تھا اور اُسے بھی اس دن ایاز کی یہ بات اچھی نہیں لگی تھی، اس لیے اس نے پڑھائی چھوڑ کر باہر کھیلنے کے لیے جانے سے منع کردیا تھا۔

''پھر اُس کا اتنی چھوٹی عمر میں آپ کو کاپی دلوانا، آپ پر پیسے خرچ کرنا اور کسی بڑے لڑکے کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھومنا، بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اس طرح کے لوگ عام طور پر اچھے اور شریف بچوں سے دوستی لگاتے ہیں اور پھر اُن سے بُرے کام کرواتے ہیں یا پھر اُنھیں اغوا کرلیتے ہیں۔''

ابوبکر، امی کی باتیں سن کر سہم سا گیا۔

''بُرے دوست کے ساتھ رہو گے تو نہ صرف تمھیں نقصان ہوسکتا ہے، بل کہ تمھارے اندر بھی بُرائیاں آسکتی ہیں۔ اچھے دوست بناؤ گے تو تمھیں ان سے فائدہ پہنچے گا اور تمھارے اندر بھی اچھی باتیں آجائیں گی۔''

''میں سمجھا نہیں امی!؟'' معاویہ نے پوچھا۔

''میں تم سے کچھ سوالات کرتی ہوں، تم ان کے جوابات دو، پھر تمھیں میری بات سمجھ آجائے گی کہ اچھے دوست بنانے کا اور اچھے لوگوں کی دوستی کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟''

''جی امی! ضرور پوچھیں۔''

''تم یہ بتاؤ کہ ہمارے پیارے نبی کا کیا نام ہے؟''

''ہمارے پیارے نبی کا نام حضرت محمد ﷺ ہے۔''

''بالکل درست! اب یہ بتاؤ کہ ہمارے نبی ﷺ کو کتنے سال کی عمر میں نبوت ملی؟''

''چالیس سال کی عمر میں، امی!''

''اچھا! کیا تمھیں معلوم ہے کہ جب نبی ﷺ نے لوگوں کا اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو سب سے پہلے کس نے بات مانی؟''

''جی امی! معلوم ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔''

’’شاباش میرے بیٹے! اب میں آتی ہوں اصل سوال کی طرف۔ یہ بتاؤ، نبی کریم ﷺ کا سب سے اچھا اور پکا دوست کون تھا؟‘‘

’’امی! مجھے نہیں معلوم۔‘‘ معاویہ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

’’حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نبی کریم ﷺ کے سچے اور پکے دوست تھے۔‘‘

’’واقعی؟ امی!!‘‘

’’جی بالکل! نبی ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے اسلام لانے سے پہلے جانتے تھے، ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور ان دونوں حضرات میں پہلے سے ہی گہری دوستی تھی۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو تمام برائیوں سے محفوظ رکھا اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی برائیوں سے بچایا۔ یہ دونوں دوست ہم عمر تھے، ایک ہی طرح کی خوبیوں کے مالک تھے۔

ناداروں کے لیے سامان مہیا کرنا، صلہ رحمی کرنا، قرض داروں کا قرض ادا کرنا، مہمان نوازی کرنا، حق کا ساتھ دینا، وغیرہ۔

اس لیے ان دونوں کی آپس میں دوستی ہوگئی اور جب نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ اپنے پیارے دوست کو جانتے تھے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے، اس لیے آپ ﷺ کی بات فوراً مان لی اور مسلمان ہوگئے۔‘‘

معاویہ بہت دھیان سے اپنی امی کی باتیں سن رہا تھا۔

امی نے اپنی بات کو مزید جاری رکھتے ہوئے کہا:

’’بیٹا! ایک اچھا دوست ہمیشہ اپنے دوست کو برائی سے بچاتا ہے، اسے اچھے کام کرنے کا کہتا ہے۔ اچھے لوگوں سے دوستی کرنے کا بہت فائدہ ہوتا ہے، کیوں کہ ایک دوست اپنے دوست کے نقش قدم پر چلتا ہے، اس کی بات مانتا ہے، اس جیسی عادتیں اختیار کرتا ہے، اس لیے میں آپ سے کہتی ہوں کہ برے دوست کی دوستی کو چھوڑ دو اور اچھے دوست بناؤ۔‘‘

’’ٹھیک ہے امی! میں ایاز سے دوستی ختم کر دوں گا اور اب صرف اچھے لڑکوں کو ہی دوست بناؤں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ!‘‘

’’شاباش! میرے بیٹے! مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ چلو اب رات کافی ہوگئی ہے، جلدی سے سونے کی دعا پڑھو اور سو جاؤ۔‘‘

امی نے کہا اور ابوبکر سونے کے لیے بستر پر لیٹ گیا۔

کتاب دوست بنیے اور بنائیے

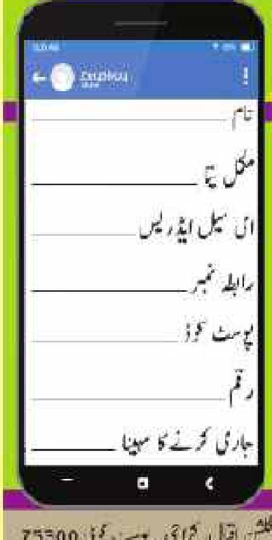

اپنے عزیز و اقارب اور رشتے داروں کے بچوں کو کتاب دوست بنانے اور صدقہ جاریہ میں حصہ لینے کے لیے ماہ نامہ "ذوق و شوق" کے سالانہ خریدار خود بھی بنیے اور دوسروں کو بھی ترغیب دیجیے۔

سالانہ خریداری کے 1000 روپے آپ درج ذیل اکاؤنٹ نمبر میں جمع کرواسکتے ہیں۔ اپنا نام، رابطہ نمبر اور جس ماہ سے جاری کروانا ہے ہمیں واٹس ایپ کیجیے اور ہر ماہ گھر بیٹھے ماہ نامہ "ذوق و شوق" کا مطالعہ کیجیے۔

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہ نامہ

ذوق و شوق

کراچی

الحمدللہ! اب تک ماہ نامہ "ذوق و شوق" کے مطالعے سے لگ بھگ پچاس ہزار لوگ کتاب دوست بن چکے ہیں۔

خط و کتابت کا پتا

ماہ نامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984، گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300

رابطہ نمبر: 021-34990760 ای میل: zouqshouq@hotmail.com

zouq o shouq 0324-2028753

اکاؤنٹ نمبر

Bank: Meezan Bank Title: Bait ul ilm trust zouq o shouq
Account Number: 0179-0103431456
Address: Soldier bazar branch, Karachi.

خونی علاج

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

’’پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟‘‘ ڈاکٹر پال نے پوچھا۔

’’میں تیار ہوں۔‘‘ سرمد صاحب نے جواب دیا۔

’’تو پھر ان کاغذات پر دستخط کر دیجیے۔‘‘ ڈاکٹر پال نے ایک فائل ان کی طرف بڑھائی۔

’’یہ کیا ہے؟‘‘ سرمد صاحب نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا۔

’’ان کاغذات میں لکھا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے یہ آپریشن کروانا چاہتے ہیں۔ اس آپریشن کے نتیجے میں ہونے والے کسی بھی قسم کے نقصان کی ذمے داری ڈاکٹر کے بجائے آپ ہی پر ہوگی۔ اس کے علاوہ اس آپریشن پر ہونے والا تمام خرچ بھی آپ کے ذمے ہوگا۔‘‘ ڈاکٹر پال نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ ’’اور بہتر ہوگا کہ آپ اسے ایک بار پڑھ لیں، بل کہ میں تو مشورہ دوں گا کہ اپنے وکیل سے اس بارے میں رائے لے لیں۔‘‘

’’نہیں، میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔‘‘ سرمد صاحب نے جواب دیا اور کاغذات پر دستخط کر دیے۔

’’مجھے آپریشن کی تیاری میں زیادہ سے زیادہ ایک مہینا لگے گا۔‘‘ ڈاکٹر پال نے کہا۔

’’اچھی بات ہے۔‘‘ سرمد صاحب نے سر ہلایا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

سرمد صاحب ایک کام یاب کاروباری آدمی تھے۔ ان کی ٹیکسٹائل اور سیمنٹ بنانے کی فیکٹریاں تھیں۔ پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ان کا ایک ہی بیٹا تھا، سہیل۔ سرمد صاحب سہیل سے بہت پیار کرتے تھے۔ کچھ عرصے پہلے سہیل حادثاتی طور پر چھٹی منزل سے نیچے گر گیا۔ خوش قسمتی سے اس کی جان بچ گئی، تاہم چھٹی منزل سے نیچے گرنے کے باعث سر پر بہت گہری چوٹ لگی۔ دونوں بازو اور بائیں گھٹنے کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔

تین ہفتے اسے آئی۔ سی۔ یو میں رکھا گیا۔ جب اس کی کچھ حالت بہتر ہوئی تو وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا۔ تین ماہ میں اس کے تمام زخم بھر گئے، مگر اب اسے ایک نئی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ اچانک اسے دورہ پڑتا اور وہ کچھ دیر کے لیے بالکل سُن ہو جاتا۔ اگر کھڑا ہوتا تو گر جاتا۔ کچھ دیر بعد اُسے ہوش آتا تو گرنے کی وجہ سے اس کے بدن میں تکلیف ہوتی۔ ڈاکٹروں نے مختلف ٹیسٹ کرنے کے بعد بتایا کہ سر پر لگنے والی چوٹ سے اس کے دماغ کی ایک رگ دب گئی ہے، جس کی وجہ سے کبھی کبھار کچھ دیر کے لیے سہیل کو یہ دورہ پڑتا ہے۔

’’آخر اس کا علاج کیا ہے؟‘‘ سرمد صاحب نے ڈاکٹر کی بات سن کر پوچھا۔

”اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ میں کچھ دوائیں لکھ دیتا ہوں۔ یہ دوائیں اسے تین سال تک مسلسل کھانی ہوں گی۔ تین سال میں اگر ایک دن بھی ناغہ ہوگیا تو دوبارہ پھر تین سال تک دوائیں کھانی ہوں گی۔ اگر تین سال تک دوائیں کھالی جائیں تو میں اُمید کرتا ہوں کہ سہیل بالکل ٹھیک ہوجائے گا۔“

”ڈاکٹر صاحب! آپ اس کے دماغ کا آپریشن بھی تو کرسکتے ہیں۔“ سرمد صاحب نے رائے دی۔

”پاکستان تو کیا، دنیا بھر میں ابھی تک دماغ کو اندر سے کھول کر کوئی آپریشن نہیں کیا گیا۔“ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

”کیا ہوگیا ہے آپ کو ڈاکٹر صاحب!؟ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ آپ پاکستان کے بہترین نیورو سرجنز میں سے ایک ہیں۔ آپ کے پاس ہر طرح کی سہولیات موجود ہیں۔ آپ اس کا لیزر سے آپریشن کرسکتے ہیں۔ پاکستان میں لیزر سے آپریشن ہوتے رہتے ہیں۔“ سرمد صاحب نے جذباتی انداز میں کہا۔

”سرمد صاحب! آپ درست کہہ رہے ہیں، لیزر سے آپریشن کیے جاتے ہیں، مگر یہاں مسئلہ دماغ کے اندر سے کسی چیز کو ہٹانے یا کاٹنے کا نہیں ہے، جو لیزر سے آسانی سے کردیا جائے، بل کہ دماغ کے اندر موجود رگوں میں سے ایک دبی رگ کو کھولنا ہے، جو ابھی تک لیزر سے بھی ناممکن ہے۔ آپ اگر میری بات سے مطمئن نہیں ہیں تو اسے یورپ لے جاسکتے ہیں۔“

”میں اپنے بیٹے کو یورپ ہی لے کر جاؤں گا۔ پاکستان میں تو کوئی ڈھنگ کے ڈاکٹرز ہیں ہی نہیں، بس ایسے ہی اسپیشلسٹ بنے بیٹھے ہیں۔“ سرمد صاحب غصے میں آگئے۔

اس کے بعد وہ اپنے بیٹے کو علاج کے لیے لندن لے گئے۔ وہاں ان کی ملاقات دماغی امراض کے ماہر ڈاکٹر پال سے ہوئی۔ انھوں نے بھی یہی بتایا کہ دماغ کو کھول کر آج تک کوئی آپریشن نہیں کیا گیا۔ ڈاکٹر پال کی بات سن کر سرمد صاحب کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

”ڈاکٹر صاحب! کوئی تو طریقہ ہوگا کہ میرے بیٹے کو یہ دورے نہ پڑیں۔ تین سال تک دوائیاں کھا کھا کر سہیل نفسیاتی طور پر بیمار ہوجائے گا، پھر اُس کی نفسیات کا علاحدہ علاج ہوگا۔ وہ کتنے سال چلے گا، یہ تو معلوم ہی نہیں ہے۔“ سرمد صاحب دکھ بھرے لہجے میں کہتے چلے گئے۔

”آپ دو دن بعد میرے پاس آیئے۔ اس دوران میں، میں سائنسی ریسرچ پیپرز پڑھوں گا۔ اگر کوئی نئی بات میرے علم میں آئی تو میں آپ کو بتادوں گا۔“ ڈاکٹر پال نے کہا۔

دو دن بعد سرمد صاحب، ڈاکٹر پال کے پاس آئے تو انھوں نے سرمد صاحب کو خون کے بارے میں ہونے والی ایک ریسرچ کے بارے میں بتایا اور اُس کے بعد انھوں نے اس ریسرچ کے ذریعے پیدا ہونے والے خیال کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔

”بس یہی ایک طریقہ میرے ذہن میں آیا ہے۔ آپ اس بارے میں اچھی طرح سوچ لیں، پھر مجھے بتائیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں چند دن میں آپ کو اس بارے میں بتاؤں گا۔“

سرمد صاحب آپریشن کا طریقہ سن کر کچھ پریشان ہوگئے تھے۔

آج ایک ہفتے بعد وہ ڈاکٹر پال کے پاس آئے اور آپریشن کے لیے رضامندی ظاہر کردی۔

ایک ماہ میں ڈاکٹر پال نے آپریشن کے لیے تمام انتظامات مکمل کرلیے۔ انھیں اس علاج کے لیے ایک آب دوز، آب دوز کا پائلٹ اور ایک ماہر ڈاکٹر برائے امراضِ دماغ، کی ضرورت تھی۔ تمام چیزوں کے اخراجات سرمد صاحب نے ادا کیے تھے۔ وہ ہر صورت میں اپنے بیٹے سہیل کو بالکل تن درست دیکھنا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر پال کی تھیوری کے مطابق ڈاکٹر کو آب دوز میں بٹھا کر اُس آب دوز کو لیزر بیم سے اس قدر چھوٹا کرنا تھا کہ وہ آب دوز، انجکشن میں آسانی سے داخل ہوسکے۔ اس کے بعد وہ انجکشن سہیل کو لگا کر آب دوز کو سہیل کے خون میں داخل کرنا تھا۔ آب دوز کے خون میں داخل ہوتے ہی آب دوز ڈرائیور، کمپیوٹر کے ذریعے آب دوز چلا کر سہیل کے دماغ میں دبی ہوئی رگ کے پاس لے جاتا۔ وہاں ڈاکٹر، آکسیجن ماسک پہن کر، آب دوز سے باہر نکل کر اپنے آلات سے اس رگ کو کھول دیتا۔

سننے میں تو یہ بہت ہی آسان تھا، لیکن اس آپریشن میں سہیل ہی نہیں، اس ڈاکٹر کی جان کو بھی خطرہ تھا جو آب دوز کے ذریعے سہیل کے خون میں اترتا۔

آخر آپریشن کا دن آپہنچا۔ سہیل کو نیند کا انجکشن لگا کر بے ہوش کردیا گیا۔ ڈاکٹر کو آب دوز میں بٹھا کر آب دوز کو لیزر بیم سے چھوٹا کرکے آب دوز کو سرنج میں بھرلیا گیا۔

”ڈاکٹر ڈیوڈ! کیا آپ مجھے سن سکتے ہیں؟“ آب دوز ڈرائیور پیٹر نے پوچھا۔

"ہاں، میں سن سکتا ہوں۔" ڈاکٹر ڈیوڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں جواب دیا
تمام لوگ مائیکروفونز کے ذریعے رابطے میں تھے۔

"ٹھیک ہے۔ اب ہم سہیل کو انجکشن لگا رہے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں آپ سہیل کے خون میں موجود ہوں گے۔" ڈاکٹر پال نے کہا اور سہیل کو انجکشن لگا دیا۔

"یہ آب دوز بہت تیز چل رہی ہے۔ اس کی رفتار آہستہ کرو۔" ڈاکٹر ڈیوڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر ڈیوڈ! ہم نے ابھی تک آب دوز نہیں چلائی، یہ غالباً خون کے تیز بہاؤ کی وجہ سے چل رہی ہے۔ آپ تسلی رکھیں۔ ہم اسے اسٹارٹ کر کے کنٹرول کرتے ہیں۔" ڈاکٹر پال نے انھیں تسلی دی۔

"خون کا بہاؤ تو تین سے چار میل فی گھنٹا ہے۔ اس حساب سے تو مجھے اب تک اس کے دماغ میں ہونا چاہیے۔" ڈاکٹر ڈیوڈ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اسی دوران میں انھوں نے آب دوز کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور انھیں آب دوز کی رفتار قابو میں آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"باہر بہت اندھیرا ہے۔ مجھے اسکرین پر کچھ نظر نہیں آ رہا۔ پیٹر! اس کی لائٹس جلاؤ۔" ڈاکٹر ڈیوڈ نے حکم دیا۔

"اوہ! میں نے ابھی تک لائٹس نہیں جلائیں؟" پیٹر نے حیرت زدہ الفاظ میں کہا، اور ساتھ ہی بٹن دبا کر لائٹس جلا دیں۔

ڈاکٹر ڈیوڈ نے کمپیوٹر اسکرین میں دیکھا کہ وہ گہرے لال رنگ کے سمندر میں تیر رہے ہیں۔ بالکل گہرے سمندر میں، لیکن سمندر میں کوئی جانور نہیں ہے۔ خون کے سمندر میں تیرتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ پیٹر اگرچہ آب دوز میں نہیں تھا، لیکن اس کے باوجود وہ بہت بہتر طریقے سے آب دوز چلا رہا تھا۔ آخر وہ آب دوز کو دماغ کے اس حصے میں لے آیا جہاں سہیل کے دماغ کی رگ دبی ہوئی تھی۔

"ہم پہنچ گئے۔" پیٹر نے کہا اور آب دوز روک دی۔

"ڈاکٹر ڈیوڈ! اب آپ کو آب دوز سے نکل کر باہر جانا ہے اور دبی ہوئی رگ کھولنی ہے۔" ڈاکٹر پال نے کہا۔

"بہتر، میں باہر جا رہا ہوں۔" ڈاکٹر ڈیوڈ نے تیراکی کا لباس پہنا۔ آکسیجن ماسک لگایا اور باہر نکلنے لگے۔ آب دوز کا دروازہ کھولتے ہی ایک لمحے میں اس کے اندر خون بھر گیا، لیکن یہ خون صرف ایک خاص حصے میں ہی بھرا تھا، جسے دروازہ بند کرنے کے بعد پمپ کے ذریعے سے باہر نکالا جا سکتا تھا۔ یہ پمپ پیٹر کو ہی آن کرنا تھا، مگر ابھی اسے آن کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

آب دوز سے سر باہر نکالتے ہی خون کے تیز بہاؤ سے ڈاکٹر ڈیوڈ کا سر آب دوز کے دروازے سے ٹکرایا۔ ان کے منہ سے ایک دل خراش چیخ بلند ہوئی۔

☆

"ڈیوڈ! کیا ہوا؟ ڈاکٹر ڈیوڈ!" پیٹر اور ڈاکٹر پال ایک ساتھ بولے، مگر ڈاکٹر ڈیوڈ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ ایسے میں سہیل کو دورہ پڑا اور وہ بے ہوشی میں اچھلنے لگا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

"اسے کیا ہوا؟" پیٹر نے سہیل کو دورہ پڑتے دیکھ کر ڈاکٹر پال سے پوچھا۔

"آب دوز کے ایک جگہ رکے رہنے سے اس کے خون کا بہاؤ کم ہو رہا ہے، اس لیے اس کا دل زور سے خون کو پمپ کر رہا ہے، تاکہ خون کی رفتار درست رہے۔ اس وجہ سے اسے دل کا دورہ پڑا ہے۔ ہمیں فوری طور پر آب دوز کو باہر نکالنا ہوگا۔"

"مگر ڈاکٹر ڈیوڈ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آ رہا۔" پیٹر نے کہا۔

"اس کا مائیکروفون ہل گیا ہوگا۔ تم آب دوز باہر نکالو، ورنہ یہ مر جائے گا۔" ڈاکٹر پال نے کہا، اور سہیل کو بچانے کی کوشش کرنے لگے۔

"اچھی بات ہے۔" پیٹر نے آب دوز سہیل کے دماغ سے باہر نکالنے کے لیے موڑ لی۔

"اوہ نو! یہ تو مر گیا۔" ڈاکٹر پال کے ہاتھ رک گئے۔

"کیا؟" پیٹر نے حیرانی سے کہا، پھر ایک لمحے میں بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔

"آب دوز کو فوراً باہر نکالو۔ اگر اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا تو ڈاکٹر ڈیوڈ بھی اس کے خون کے اندر ہی ڈوب کر مر جائے گا۔"

"ہاں، میں نکالتا ہوں۔" ڈاکٹر پال کو جیسے ہوش آ گیا۔ انھوں نے فوراً سہیل کے جسم سے آب دوز نکالنے کی کوشش شروع کر دی۔ انھوں نے حجامے کا گول کپ لگا کر سہیل کے جسم سے آب دوز کو باہر نکال لیا۔ اسے جلدی سے بڑا کیا اور آب دوز پر چڑھ گئے، تاکہ ڈاکٹر ڈیوڈ کو باہر نکال سکیں، مگر ڈاکٹر ڈیوڈ پوری آب دوز میں کہیں نہیں تھے۔ وہ آب دوز سے نکلتے ہوئے سر پر چوٹ لگنے کے باعث بے ہوش ہو کر سہیل کے دماغ ہی میں خون میں بہہ کر گم ہو گئے تھے۔

☆

ڈاکٹر پال کے طریقۂ خونی علاج نے دو لوگوں کی جان لے لی تھی۔ اگرچہ ان لوگوں کے دستخط شدہ کانٹریکٹ کی وجہ سے ڈاکٹر پال کو عدالتی طور پر سزا تو نہیں ہو سکتی تھی، لیکن وہ ضمیر کی سزا سے نہیں بچ سکتے تھے۔

۴

بچو! اس کا نام بتانا

آوازنرالی

جماعت اول تک کے بچے اس پہیلی کو بوجھ کراس کا درست جواب ارسال کریں۔ بذریعہ قرعہ اندازی درست جوابات بھیجنے والوں میں سے تین پیارے بچوں کے گھر والوں کو انعام دیا جائے گا۔ جواب ۳۰، اکتوبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں موصول ہوجانا چاہیے۔

پانی میں لہراتی جائے
آسانی سے ہاتھ نہ آئے

ریشم جیسے ''پر'' ہیں اُس کے
پانی میں ہی گھر ہیں اُس کے

دن ہو یا شب، جاگتی جائے
''پیر'' نہیں پر بھاگتی جائے

ہاتھ میں لو تو اُچھلے، تڑپے
پانی کی جانب ہی لپکے

بچو! اُس کا نام بتانا
کیا کہتا ہے اُس کو زمانہ

ریحان طاہر۔ کراچی

۲۔ اسود عنسی

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

حضرت محمد ﷺ نے ایک روز ایک خواب دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس زمین کے تمام خزانے لا کر رکھ دیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں۔

چوں کہ اسلام میں مرد کے لیے سونا حرام ہے، اس لیے سونے کے دو کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر آپ ﷺ کو سخت کوفت ہوئی۔ آپ ﷺ ان کنگنوں کو دیکھ کر بہت زیادہ گھبرائے۔ آپ کی گھبراہٹ کو دیکھ کر خواب میں ہی آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ ”ان کنگنوں پر پھونک ماردیں۔“

آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا تو وہ دونوں کنگن غائب ہو گئے۔

صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنا خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا۔ چوں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب سچے ہوتے ہیں، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

”یارسول اللہ! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس خواب کی تعبیر میں نے دو جھوٹوں سے لی ہے، جو عن قریب (فتنے کی شکل میں) نکلیں گے (اور میری نبوت پر حملہ کرتے ہوئے نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ اہل اسلام ان فتنوں کو نیست و نابود کر دیں گے)۔ ان میں سے ایک (جھوٹا نبی) تو یمن کی جانب سے اٹھے گا اور دوسرا (جھوٹا نبی) یمامہ کی طرف سے اٹھے گا۔“

(ماخذ: بخاری، ج ۵، کتاب المغازی، باب: اسود عنسی کا قصہ)

آپ ﷺ نے یہ خواب غالباً آٹھ ہجری میں دیکھا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ نے دنیا کے چھوٹے بڑے حکمرانوں کو قبول اسلام کے لیے دعوت نامے بھجوائے تھے۔

آپ ﷺ نے جب بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا:

”آپ اپنے خطوط پر لگانے کے لیے ایک مہر تیار کروالیں، کیوں کہ عجم کے بادشاہ بغیر مہر کے خطوط اور فرمانوں کو اہمیت نہیں دیتے۔“

چناں چہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے ایک مہر تیار کروائی۔ یہ مہر ایک انگوٹھی کی شکل میں تھی۔ آپ ﷺ اس سے خطوط پر مہر لگایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے ایک خط خسرو پرویز کی طرف بھی روانہ فرمایا تھا۔ اس شخص کو جب اسلام قبول کرنے کا دعوت نامہ ملا تو اُس نے اسے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یمن کے حاکم کو حکم دیا:

”جو شخص نبوت کا دعوے دار ہے اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔“

یمن کا حاکم باذان تھا۔ اس نے خسرو پرویز کے حکم پر اپنے دو آدمیوں کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ یہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”خسرو کو اُس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے۔ تم یہ خبر اپنے حاکم کو پہنچا دو۔“

مزید آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے حاکم باذان سے کہنا کہ اگر وہ میری خبر کی تصدیق کرتے ہوئے ایمان لے آئے تو اُسے یمن کا حاکم برقرار رکھا جائے گا۔''

آپ ﷺ کی بات سن کر وہ دونوں شخص واپس روانہ ہوئے اور باذان کو یہ اطلاع دی۔ باذان نے یہ سن کر کہا:

''اگر یہ خبر سچ ہے تو وہ سچے نبی ہیں اور ہمیں ان پر ایمان لے آنا چاہیے۔''

اسی وقت باذان کے پاس ایران سے شیرویہ کا خط آیا، جس میں لکھا تھا:

''خسرو ایک ظالم شخص تھا، وہ مارا گیا ہے اور اَب ہم بادشاہ ہیں۔''

شیرویہ کا یہ خط جیسے ہی باذان کو ملا اُس نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اس کے ساتھی بھی مسلمان ہو گئے۔ حاکم کے مسلمان ہوتے ہی یمن میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔

......☆......

یمن کے ایک گاؤں میں متعدد قبائل آباد تھے۔ ان قبائل میں سے ایک قبیلہ ''عنس'' بھی تھا۔ یہ قبیلہ اپنی کسی بھی خصوصیت کی وجہ سے مشہور نہیں تھا۔

قبیلہ عنس میں ایک شخص عیہلہ بن کعب تھا۔ یہ شخص انتہائی بھدا تھا۔ اس کا رنگ بھی انتہائی کالا تھا۔ اس کی صرف شکل ہی نہیں، باطن بھی سیاہ تھا۔ عربی میں کالے رنگ کو ''اسود'' کہا جاتا ہے، اس لیے یہ شخص اپنے کالے رنگ، سیاہ باطن اور قبیلہ عنس سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اسود عنسی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ شخص شیطانی علوم کا ماہر تھا۔

اس شخص نے جب یہ سنا کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے تو اسے آپ ﷺ کے بارے میں جاننے کا بہت زیادہ اشتیاق ہوا۔ اسود نے آپ ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں سنیں۔ وہ مدینہ منورہ سے آنے والے تمام لوگوں سے آپ ﷺ کے متعلق سوالات کرتا۔

کچھ عرصے بعد اُسے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے نبی محمد ﷺ نے خبر دی تھی کہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور اُن کی خبر بالکل درست ثابت ہوئی اور اس خبر کے بعد یمن میں اسلام مزید تیزی سے پھیلنے لگا اور یمن کے لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔

یہ سب سن کر اسود عنسی کے ذہن میں عجیب سی کھچڑی پکنے لگی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ بھی نبوت کا دعویٰ کر دے تو کیا ہوگا؟ کیا اس کے قبیلے کے لوگ اس کی نبوت کو تسلیم کریں گے؟ کیا اس کے قبیلے کے لوگ ویسے ہی اس کی حفاظت کریں گے جیسے نبی ﷺ کے قبیلے کے لوگ ان کی حفاظت کرتے ہیں؟

ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے اس نے مدینہ منورہ سے آنے والے لوگوں سے معلومات حاصل کرنا تیز کر دیا، تاکہ اسے اپنے سوالوں کے جوابات مل سکیں۔

اس نے اپنے قبیلے کے لوگوں کی عادات و اطوار کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو اس پر یہ حقیقت کھلی کہ اُس کا قبیلہ کافی بڑا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا قبیلہ اپنی کسی بھی خاصیت کی وجہ سے مشہور نہیں ہے۔ اگر وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا تو یقیناً اس کا قبیلہ مشہور ہو جائے گا، اس لیے اس کے قبیلے کے لوگ اس کا ساتھ دیں گے، چاہے دنیا کی جھوٹی شان و شوکت کے لیے ہی ساتھ دیں، چناں چہ اس نے یہ غلیظ فیصلہ کر لیا کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا، مگر اس دعویٰ نبوت کے لیے اسے خاصی محنت کی ضرورت تھی، تاکہ وہ لوگوں پر اپنی شیطانی ذہانت کے ذریعے اپنی بات کو سچ ثابت کر سکے۔

لہٰذا اُس نے اسلام بھی قبول کر لیا اور شیطانی علوم میں بھی مزید مہارت حاصل کرنے لگا۔

قبولِ اسلام سے پہلے بھی وہ شیطانی علوم میں خاص دل چسپی لیا کرتا تھا، لہٰذا اُس کے پاس ایسے بہت سے شعبدے تھے جن کے ذریعے وہ لوگوں کو حیران کر دیتا تھا۔ وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا، لیکن جب بھی لوگوں سے ملتا وہ اس کی شیریں زبان سے متاثر ہو جاتے۔ لوگوں سے ملتے وقت اس کے سر پر ہمیشہ ایک عمامہ اور بدن پر ایک لمبی چادر ہوتی تھی، اس لیے لوگ اسے عام طور پر ''ذوالخمار (چادر والا)'' کہا کرتے تھے۔

قبولِ اسلام سے قبل اس نے سن رکھا تھا کہ نبیوں سے ان کی نبوت کی تصدیق کے لیے لوگ معجزے دکھانے کی فرمائش کرتے ہیں، لہٰذا اُسے یقین سا تھا کہ لوگ اس سے بھی معجزے دکھانے کی فرمائش کریں گے، لہٰذا اُس نے شیطانی علم مزید تیزی سے حاصل کرنا شروع کر دیا، تاکہ جب وہ نبوت کا دعویٰ کرے تو جعلی معجزے دکھانے میں اسے کوئی پریشانی پیش نہ آئے۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی وہ لوگوں کو اپنے شیطانی علوم کی مدد سے حیران کر دیا کرتا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اُس نے قرآن مجید سیکھا، تاکہ نبوت کے جھوٹے دعوے کے بعد اُس کے طرز پر اپنی طرف سے مزید کلام بنا سکے اور لوگوں کو وحی کے بجائے اپنا جھوٹا کلام سنا سکے۔

اس کے علاوہ اس نے ایک گدھا خریدا اور اُسے سدھانے لگا۔ غالباً

سبق

تنزیلہ احمد۔ اوکاڑہ

ولید نے اپنی شرارتوں اور بدتمیزیوں سے سب کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ وہ آس پاس ہوتا تو سکون بھی روٹھ کر کہیں دور جا کر بیٹھ جاتا۔ چھوٹے تو چھوٹے، بڑے بھی اس کے شر سے پناہ مانگتے۔ آج کی محفل میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ حماد کے گھر دعوت میں اس کے سب ہم جماعت مدعو تھے۔ لمبی چوڑی چوکور میز کو لان کے بیچ و بیچ رکھا گیا تھا۔ میز چٹ پٹے مزے دار کھانے پینے کی اشیا سے بھری ہوئی تھی۔

عشا کی نماز کے بعد کھانے پینے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خوش گپیاں کرتے ہوئے سب اپنی پسند کا کھانا پلیٹ میں لے رہے تھے۔ حماد کے قریبی دوست علی کو اچانک دھکا لگا اور اس کے ہاتھ میں موجود کھانے کی پلیٹ سامنے کھڑے حمزہ پر گری اور پھر زمین بوس ہو گئی۔ حمزہ کے سارے کپڑے خراب ہو گئے، پلیٹ ٹوٹ گئی اور کھانا گر کر ضائع ہو گیا۔ دونوں نے غصے سے پلٹ کر دیکھا تو ولید کو ہنستے ہوئے پایا۔ بجائے شرمندہ ہونے کے وہ ان کی حالت پر ہنس رہا تھا۔

”تم نے یہ کیا کیا؟“ حمزہ غصے سے بولا۔

”ہی ہی ہی...... اس کے کپڑے تو دیکھو۔“ وہ پھر ہنسنے لگا۔

”تمھیں دیکھ کر نہیں چلنا آتا؟ جب دیکھو، بیل کی طرح ادھر اُدھر بھاگتے ہوئے لوگوں کو ٹکریں مارتے رہتے ہو۔“ علی نے اسے گھرکا۔

”ہلکا سا دھکا تو لگا تھا۔ اب اگر پلیٹ تمھارے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی تو اس میں میرا کیا قصور؟“ ولید نے دوبدو جواب دیا تو علی بھڑک اٹھا۔

”شرم آنی چاہیے تمھیں! ایک تو غلطی، پھر سینہ زوری!“

”دھیرج، دھیرج! اس طرح ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے۔“ ولید کے والد نے جھگڑا بڑھتا دیکھ کر انھیں سمجھانے کی کوشش کی۔

حمزہ اور علی خاموش تو ہو گئے مگر ان کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ حمزہ کو اپنے کپڑوں پر سالن اور تیل کے داغ بہت برے لگ رہے تھے۔ گھر جا کر امی سے ڈانٹ الگ پڑنی تھی۔ حماد بھی ولید کو دعوت میں بلا کر پچھتا رہا تھا۔

”ولید بیٹا! غیر ارادی طور پر کچھ ہو جائے تو اور بات ہے، مگر جان بوجھ کر ایسی شرارتوں سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے کسی کا جانی اور مالی نقصان یا دل آزاری ہو، کیوں کہ دل آزاری کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، اسی لیے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی سخت بات کہہ دی اور احساس ہوا تو اُن سے معافی مانگتے ہوئے فرمایا:

مجھ سے بدلہ لے لو، لیکن انھوں نے بدلہ لینے سے انکار کر دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر انھیں معاف کر دیا۔

اسی لیے اب آپ بھی اچھے بچوں کی طرح اپنے دوستوں سے معافی مانگو اور دعوت کے مزے خود بھی لو اور دوسروں کو بھی لینے دو۔“ ولید کے والد اُسے سمجھا کر علی اور حمزہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے:

”چلیں، آپ لوگ اپنے لیے کھانے کی نئی پلیٹس لے لیں۔“

انھیں سمجھا کر وہ دوسرے مہمانوں کی طرف بڑھ گئے۔

معذرت کرنا تو دور کی بات، الٹا ولید انھیں منہ چڑاتے ہوئے دوسری طرف بھاگ گیا۔ کچھ ہی دیر میں زوردار دھماکے کے بعد کسی کی چیخوں کی آواز نے سب کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔

بڑے سے گملے سے ٹکرانے کے بعد ولید پورچ میں اوندھے منہ گرا ہوا تھا اور ساتھ ہی ٹوٹا گملا اور پودا بھی بے یار و مددگار پڑا تھا۔

”کیا تم ٹھیک ہو؟“ حماد نے فکرمندی سے اس کے قریب جھکتے ہوئے پوچھا۔

”ہائے! لگتا ہے ٹوٹ گیا ہے۔“ اپنا گھٹنا پکڑے ولید کراہ رہا تھا۔ وہاں موجود حماد کے چاچو ڈاکٹر نے ولید کی مرہم پٹی کی۔ ولید کو اپنی شرارت اور لاپروائی کی سزا مل چکی تھی۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ کاش وہ بروقت اپنے بڑوں کی بات مان لیتا اور تکلیف سے بچ جاتا، مگر اب اسے سبق مل چکا تھا۔

قرآن کوئز ۲

سعد علی چھیپا۔ کراچی

عزیز قارئین! پیشِ خدمت ہے ایک نیا انعامی سلسلہ بنام ”قرآن کوئز“، جس میں آپ سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ”قرآن کریم“ کے بارے میں پانچ سوال پوچھے جائیں گے۔ صحیح جواب دینے پر آپ کو ملے گا بہترین انعام.....

تو دیجیے جواب اور لیجیے انعام......

آپ کا جواب کوپن کے ساتھ ۳۱؍اکتوبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں مل جانا چاہیے۔

سوال

۱. قرآن مجید کی پہلی منزل کہاں سے کہاں تک ہے؟
۲. قرآن مجید کی دوسری منزل میں کتنی سورتیں ہیں؟
۳. قرآن مجید میں کُل کتنی منزلیں ہیں؟
۴. سورۂ یٰس قرآن کریم کی کون سی منزل میں ہے؟
۵. آیتوں کے حساب سے ساتویں منزل کی تین سب سے چھوٹی سورتیں کون سی ہیں؟

سیرت طیبہ ﷺ اور حسن اخلاق

نورین ایمان۔ کبیروالا

''سعد! سعد بیٹا! کہاں ہو بیٹا!؟'' حنیف صاحب اپنے لاڈلے بیٹے کو پکارتے ہوئے گھر سے باہر آگئے۔ سعد، وقاص کے پاس کھڑا خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ سعد کی نظر جوں ہی اپنے والد پر پڑی وہ دھک رہ گیا۔

''ج...... جی ابا جان!'' سعد گھبرا گیا۔

''تم...... پھر آگئے!'' وقاص کو دیکھ کر حنیف صاحب کا پارہ چڑھ ہو گیا۔

''کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ یہاں مت آیا کرو اور خبردار! میرے بیٹے سے کوئی تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں۔'' حنیف صاحب غصے سے لال پیلے ہوئے جا رہے تھے۔

''مم...... مگر بابا جان!؟''

''آپ خاموش رہو سعد بیٹا! اور اندر جاؤ۔'' سعد کی بات کاٹتے ہوئے حنیف صاحب نے حکم صادر کر دیا اور سعد سر جھکائے خاموشی سے گھر کے اندر چلا گیا۔

''چچا جان!''

''خبردار! جو اپنی زبان سے میرا نام لیا تو، میرے بیٹے سے تعلق بڑھانے کا تمھارا کیا مقصد؟ چلے جاؤ اور آئندہ میری نظروں کے سامنے بھی مت آنا۔'' حنیف صاحب منہ سے زہر اگل رہے تھے۔

سعد نے اپنے بابا کا یہ رویہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور وہ ان کے اس رویے پر حیران تھا۔ وقاص اپنے چچا سے بے عزت ہو کر جا چکا تھا۔ حنیف صاحب گھر داخل میں ہوئے تو سعد حیرت بھری نظروں سے اپنے بابا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے بابا کے اس سلوک پر دلی دکھ ہوا تھا اور غم سے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔ سعد اپنے ماما، بابا کی اکلوتی اولاد تھا۔ حنیف صاحب کا بیٹا سعد بہت ہی ہونہار، نیک اور صالح تھا۔ گیارہ سالہ سعد ذہانت میں بھی کسی سے کم نہ تھا۔ وہ بے شمار خوبیوں کا مالک تھا۔ حکم ربی ماننے والا اور سنت رسول پر چلنے والا تھا۔

وقاص، سعد کا تایازاد بھائی تھا اور دونوں نہ صرف ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے، بل کہ دونوں ہم جماعت بھی تھے۔ دونوں کی آپس میں دوستی بھی تھی۔

حنیف صاحب کی اپنے خاندان والوں سے قطع رحمی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حنیف صاحب کے خاندان والے دین دار نہیں تھے۔ حنیف صاحب انھیں بار بار سمجھاتے، مگر وہ برائیوں اور خرافات سے باز نہ آتے۔

اس وجہ سے حنیف صاحب نے ان سے قطع رحمی کر لی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے کہیں سے ان کی بیوی اور بیٹا دین سے دور نہ ہو جائیں اور ان کے رنگ میں نہ رنگ جائیں،

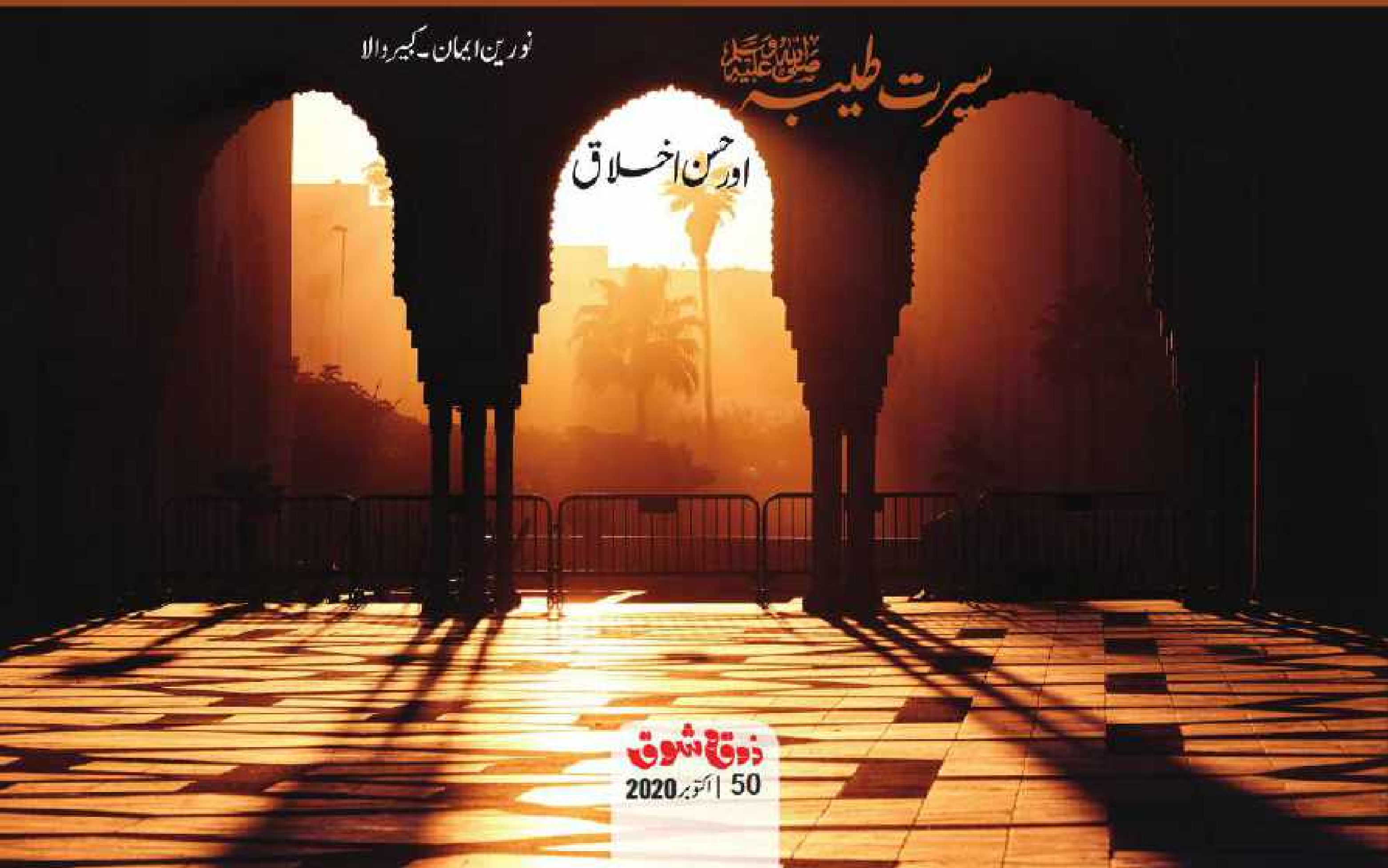

یہاں تک کہ وہ اپنے بیٹے اور بھتیجے کے درمیان بھی کوئی تعلق قائم رکھنا نہیں چاہتے تھے۔

ان باتوں سے سعد واقف ضرور تھا، لیکن آج کے ناروا سلوک نے سعد کو رنجیدہ کر دیا تھا۔

......☆......

حنیف صاحب کچھ دنوں سے سعد میں عجیب تبدیلیاں دیکھ رہے تھے۔ نہ وہ قرآن کی تلاوت کرتا اور نہ نماز پڑھتا۔ دین سے اس بے زاری پر وہ پریشان تھے۔ مار پیٹ انھوں نے آج تک نہیں کی تھی۔ ڈانٹ ڈپٹ بھی وہ کرنا نہیں چاہتے تھے کہ کہیں وہ باغی نہ ہو جائے۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد انھوں نے رات اپنے کمرے میں بلا کر پیار محبت سے اس سے دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! جی بابا جان! آپ نے بلایا؟"

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آؤ بیٹا!" حنیف صاحب جو کمرے میں ٹہلتے ہوئے سعد کا ہی انتظار کر رہے تھے، اس کے آتے ہی ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ سعد بھی ان کے سامنے مسہری پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد حنیف صاحب نے جھکا ہوا سر اُٹھایا اور بولے:

"بیٹا! آج میں آپ سے صاف صاف بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں کہ آپ حکم ربی اور سنت نبوی ﷺ میں غفلت کر رہے ہیں، جو کہ سراسر خسارے کا سودہ ہے۔ آپ ہمارے دل کے ٹکڑے ہو۔ ہم آپ پر سختی نہیں کر سکتے، کیوں کہ دین سختی سے نہیں، نرمی اور محبت سے سکھایا جاتا ہے۔ آپ تو میرے اپنے ہو۔ میں آپ کو آگ میں جاتا نہیں دیکھ سکتا۔" یہ کہتے ہوئے حنیف صاحب کی آواز رندھ گئی، آنکھیں چھلک پڑیں اور اُن کا اٹھا ہوا سر ایک بار پھر جھک گیا۔

چند لمحے کمرے میں سسکیاں گونجیں اور پھر ایک معلوم آواز نے سسکیوں کو گونجنے سے روک دیا:

"بابا جان! میں بھی آپ کو آگ میں جلتا نہیں دیکھ سکتا۔ بابا جان! مجھے آپ سے بہت پیار ہے۔ آپ بھی میرے اپنے ہیں، لہٰذا میں آپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے آگ میں جلتا نہیں دیکھ سکتا۔"

حنیف صاحب حیرت بھرے انداز میں سوالیہ نظروں سے سعد کو دیکھنے لگے۔ سعد مسہری سے اٹھا اور اپنے بابا کے گھٹنوں پر سر رکھ کر بولا:

"بابا! ہمارے نبی ﷺ کا فرمان ہے: 'جس نے اپنے رشتے داروں سے قطع رحمی کی وہ ہم میں سے نہیں' اور جو نبی ﷺ کی امت سے نہ رہے اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ بابا! میں آپ کو جہنم میں جاتا نہیں دیکھ سکتا۔"

سعد کی بات سن کر حنیف صاحب پر گویا سکتہ طاری ہو گیا تھا، زبان گنگ تھی۔ سعد اَب گھٹنوں پر سے سر اُٹھا چکا تھا۔ وہ ایک نظر اپنے بابا پر ڈالتے ہوئے بولا:

"بابا جان! اللہ پاک حکم ربی معاف کر دے گا، لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے۔

ہمارے نبی ﷺ کی سیرت طیبہ تو یہ ہے کہ اپنے کافر دشمنوں کو بھی دعائیں دیتے کہ اے اللہ! انھیں ہدایت دے۔ کبھی بداَخلاقی سے پیش نہ آتے، حالاں کہ طائف کے ظلم و ستم بھی سہتے رہے، لیکن ان کے دین نہ سمجھنے پر اُن سے قطع تعلقی نہیں کی۔ بابا جان! تایا جان اور پھوپھو جان بھی دین سے دور ہیں۔ ہمیں محبت اور نرمی سے انھیں سمجھانا چاہیے، تاکہ ہمارے سلوک سے وہ دین کے قریب ہو جائیں۔ بابا جان! ہمیں گناہ گار سے نہیں، گناہ سے نفرت کرنی چاہیے۔" سعد یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

حنیف صاحب کو آج اپنا بیٹا خود سے بھی بڑا لگ رہا تھا اور وہ خود کو اپنے بیٹے کے سامنے بہت چھوٹا محسوس کر رہے تھے۔

"بابا! ایک بات بتاؤں؟" کچھ دیر خاموشی کے بعد سعد بولا۔

"جی بیٹا! ضرور۔" حنیف صاحب نے دونوں ہاتھوں کے حصار میں بیٹے کا چہرہ لے کر کہا۔

"بابا جان! ان دنوں میں نہ تو میں حکم ربی میں غفلت کر رہا تھا اور نہ ہی سنتِ نبوی ﷺ میں کوتاہی۔ میں چھپ کر نماز اور قرآن پڑھ لیتا تھا اور بظاہر آپ کو یہ محسوس کرواتا کہ میں کوتاہی کر رہا ہوں اور یہ سب میں اس لیے کر رہا تھا کہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا میرے اس طرزِ عمل پر آپ مجھ سے بھی قطع تعلقی کریں گے۔"

یہ سب سن کر حنیف صاحب کی آنکھیں بھیگ گئیں اور اُنھوں نے محبت سے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔ اب ان دونوں باپ بیٹے کے قدم گھر سے باہر کی جانب بڑھ رہے تھے، کیوں کہ سیرت طیبہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے آج وہ برسوں پرانی قطع رحمی کو ختم کرنے جا رہے تھے۔

اثر جون پوری۔ کراچی

یارانِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

سارے جہاں پہ چھا گئے یارانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
پھیلایا کائنات میں فیضانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

قربان ہوئے عشق میں خاصانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
عالم میں جب ہی عام ہوئی شانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایسے عظیم راہ نُما چھوڑ کر گئے
اُمّت پہ کس قدر ہے یہ احسانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کہتی ہے دنیا ان کو وفادار شاہِ دیں
پورا جنھوں نے کر دیا پیمانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

صدیق ہوں، عمر ہوں یا عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم)
تصدیق شدہ سب ہیں فدایانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اللہ ان سے اور وہ اللہ سے ہیں خوش
کہتا ہے چیخ چیخ کے قرآنِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ان کا پڑوس ہم کو ملے "جنت البقیع"
لیٹے ہیں جو پڑوس میں مہمانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اصحابِ مصطفیٰ کے جو ناقد ہیں اے اثرؔ!
خود ایسے کور چشم ہیں انجانِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

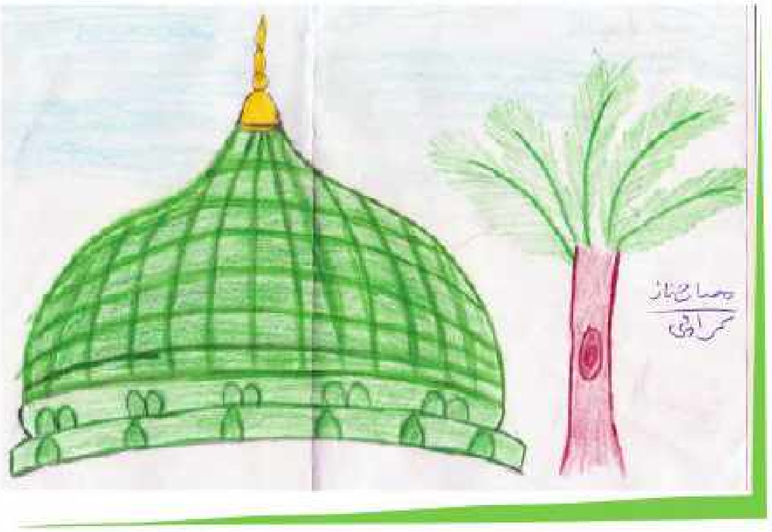

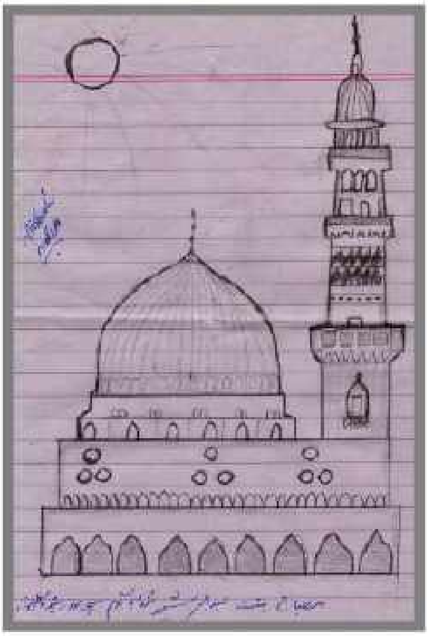

ذوقِ مصوری

علم کا ذوق اور عمل کا شوق بڑھانے والے آپ کے پسندیدہ ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' کا چودھواں ''سال نامہ'' ان شاءاللہ تعالیٰ ماہ نومبر ۲۰۲۰ء میں پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا۔

اس ''سال نامے'' میں بھی آپ حسبِ سابق خوب سے خوب تر تحریری مواد پائیں گے۔

یعنی آپ کو پڑھنے کو ملیں گی:

☆ کراری کہانیاں..............

☆ شیریں نظمیں..............

☆ مسالے دار مضامین..............

☆ فرحت بخش کھیل..............

اس کے علاوہ آپ کو ملیں انعامی سلسلوں کے ذریعے ہزاروں روپے کے انعامات۔

اب آپ دو کام کیجیے:

۱ قلم اٹھائیے اور کوئی دل چسپ تحریر ہنگامی بنیادوں پر فوراً لکھ بھیجیے۔

۲ اپنے رسالے کے لیے دعا کیجیے۔

(ادارہ)

KID'S

Collection shoes

New Arrivals
Now At Store

ذوق وشوق
میگزین ساتھ لائے
پر اسپیشل
10%
ڈسکاؤنٹ

اسکول شوز ہر سائز میں۔۔۔ اچھے مال کی گارنٹی کے ساتھ۔۔۔

Shop No. 9, Star Centre, Near Chawla Centre,
Main Tariq Road Karachi. Ph: 021-34315359

NEW OPENING
HAND BAGS
20% OFF

She shoes

Shoes for ladies and kids

New Arrivals
Now At Store

10% OFF
ON ALL DISPLAY
ITEMS
LIMITED TIME OFFER

SCHOOL SHOES & PT SHOES
AVAILABLE ONLY 790/=

FANCY CLUTCH
& WALLET

ذوق وشوق
میگزین ساتھ لائے
پر اسپیشل
10%
ڈسکاؤنٹ

Shop No. 14-15, Lavish Mall, Opp. Rabi center,
Main Tariq Road, Karachi. Tel.: 0213-4547778, 0213-34327331

کوپن برائے
بلا عنوان ۱۵۸

نام: ولدیت:
مکمل پتا:
فون نمبر:

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۵۷

نام: ولدیت:
مکمل پتا:
فون نمبر:

سوال آدھا جواب آدھا ۱۳

نام: ولدیت:
مکمل پتا:
فون نمبر:

کوپن برائے
بچو! اس کا نام بتانا ۴

نام: ولدیت:
مکمل پتا:
فون نمبر:

کوپن برائے
قرآن کوئز ۲

نام: ولدیت:
مکمل پتا:
فون نمبر:

مقابلۂ خوش خطی ۱

نام: ولدیت:
مکمل پتا:
فون نمبر:

ہدایات: جوابات ۳۱ اکتوبر ۲۰۲۰ء تک ہمیں موصول ہو جانے چاہئیں......☆ ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابل قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

پیارے بچوں کے لیے
پیاری کتابیں
سچی دوستی
جنت کا دروازہ
نئی کہانی نیا انداز
صرف ایک عمل
مکتبہ بیت العلم
فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔
+92-312-3647578 ، +92-21-32726509
17 الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔
+92-321-4361131 ، +92-42-37112356
ای میل: mbikhi.pk@gmail.com، ویب سائٹ: www.mbi.com.pk

سلسلہ

تحفۃ الدعاء

دعا عظیم نعمت اور انمول تحفہ ہے، دعا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس سے راز و نیاز کا ذریعہ ہے، دعا مایوسی میں امید کی کرن ہے، دعا کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام مسائل حل کروا سکتے ہیں، اس دنیا میں کوئی بھی انسان کسی بھی حال میں دعا سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اسی فکر کے پیشِ نظر "مکتبہ بیت العلم" نے تحفۃ الدعا سیریز کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اس سیریز کے چھ حصے شائع ہو چکے ہیں۔

MaktabaBaitulilm

بیتُ العِلم

Karachi Ph : 021-32726509
Lahore Ph : 042-37112356
www.mbi.com.pk